عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
انٹرنیشنل
جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۶
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

محمود آباد آپریشن
کراچی شہر کے علاقہ محمود آباد میں
مرزائیوں کے خلاف
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی
کا آپریشن

نواسۂ رسول
حضرت حسینؓ
دس محرم الحرام ان کا یوم شہادت

نماز میں خشوع کیسے پیدا کیا جائے؟ یہ آپ کو اصحاب رسول کی نمازوں سے معلوم ہو جائے گا یہ پڑھیے اور عمل کیجئے

شیعہ سنی کی نماز اور تمام مکاتب کے نماز کی فرق کیوں؟ ایک علمی اور تحقیقی تحریر

مرزا اور مرزائی کہتے ہیں کہ
مرزا مامور من اللہ تھا
ان کے دعوے میں کس قدر صداقت ہے
اس کے جواب کیلئے معلوماتی تحریر
اندرونی صفحات پر آپ ہی کیلئے ہے

جنت گم گشتہ
اندلس
قدیم اسلامی ثقافتی مرکز
تاریخ کے جھروکوں سے ماضی کی داستان

ماہِ محرم الحرام اور تاریخی یادیں

حافظ مشتاق احمد عباسی

قمری و اسلامی اوّل مہینہ: ماہ محرم الحرام اسلامی مہینوں کے اعتبار سے اول مہینہ ہے **تقویم عیسوی اعتبار** سے ہے جب کہ اسلامی تاریخیں ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت سے ہیں کاش مسلمان اپنے دفاتر لین دین رجسٹروں کے حساب سن ہجری سے کرتے جہاں زندگی کے باقی شعبوں میں ہم مغرب کی نقالی کرتے ہیں وہاں ہم اپنے تمام معاملات سنہ عیسوی کے حساب سے طے کرتے ہیں۔ یہودیوں کا سن ۳۷۰۰ ق م سے شروع ہوتا ہے عیسوی کیلنڈر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت سے شروع ہوتا ہے اسی طرح بکری سن اس واقعہ کی یادگار ہے۔ جب مہاراجہ بکرماجیت کو ساکھا قوم پر فتح حاصل ہوئی۔ سن ہجری نبی آخر الزمان حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ منورہ یاد دلاتا ہے اشاعت اسلام کا تعلق دو اہم امور سے متعلق ہے۔ اول ہجرت دوم نصرت انہی دو میں باقی تمام احکام شامل ہو جاتے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا یہ مبارک سفر ماہ صفر کے آخر سے شروع ہوا۔ اس سفر کا اول مرحلہ مکہ مکرمہ سے غارِ ثور کا ہے تین دن حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق غار و رفیق مزار سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس غار میں روپوش رہے۔ اس کے بعد دوسرا مرحلہ مدینہ منورہ کی طرف سفر کا ہے۔ ربیع الاوّل کے آغاز میں حضور مدینہ منورہ کی ابتدائی آبادی جہاں مسجد قبا ہے تشریف لائے۔ یہاں مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔

مدینہ منورہ کی چھوٹی و معصوم بچیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی میں یہ اشعار پڑھے۔

طَلَعَ البدرُ علینا من ثنیات الوداع
وَجَبَ الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایُّھا المبعوث فینا لقد جئت بامر مطاع

ثنیات الوداع کی پہاڑیوں سے چودھویں کا چاند ہم پر طلوع ہوا۔ آپ ہمیں اللہ کی طرف بلا رہے ہیں تو ہم پر شکر واجب ہے اے وہ ہستی جو ہماری طرف مبعوث ہوئی۔ آپ ایسا دین لائے ہیں جس کی اطاعت ضروری ہے

بھٹکتے پھرتے تھے جو قافلے راتوں کو راہوں میں
اب ان کے دن پھر گئے رہنما کی آمد آمد ہے
ہمدم کی راہ لو تو کہیدو فساد و فتنہ و شر سے
یہاں خیر البشر خیر الوریٰ کی آمد آمد ہے
بزم توحید سے نافع کارنامہ آیا
کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا

ماہ محرم چونکہ حرمت کے مہینوں میں سے ایک ہے اور اسلامی قمری سال کا پہلا مہینہ ہے تو اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے موسوم کر کے نافذ فرمایا حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت یکم محرم ہے۔

یکم محرم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہ عظیم ہستی تھی جس پر اسلام اور اہل اسلام کو فخر ہے جن کا نام سن کر کفر لرزہ براندام ہوتا تھا جس نے عدل کا نصاف کا بول بالا کیا جس کے مشورے کے مطابق اللہ کا قرآن نازل ہوتا تھا جس کی ہیبت سے عیسائیوں نے بغیر کسی مزاحمت کے بیت المقدس کی چابیاں حوالے کر دیں۔ وہ جو مراد رسول تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر شیطان راستہ بدل جاتا تھا وہ عظیم ہستی جن کے بارے میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء کا نکاح محرم میں ہوا!

یکم محرم الحرام ۲ھ مطابق جولائی ۶۲۳ء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ماہ محرم میں ہوا۔ اسی طرح حضور کی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح ہمراہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یکم ماہ محرم الحرام ۳ھ میں ہوا۔ ماہ محرم الحرام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وادی شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا اور مشرکین نے بائیکاٹ کیا کہ آپ اور آپ کے اہل و عیال و اصحاب کرام کے لیے کھانے پینے کی اشیاء بھی روک لیں۔ محرم الحرام ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء و بادشاہوں کو خطوط کے ذریعے اسلام کی دعوت دی۔ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ میں ہوئی۔ میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات محرم الحرام ۵۲ھ میں ہوئی برصغیر ہند و پاک کی معروف اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کا قیام محرم الحرام ۱۲۸۳ھ میں وجود میں آیا حجۃ الاسلام حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری صاحب کی وفات محرم الحرام ۱۳۵۱ھ میں ہوئی۔

عاشورا کا روزہ: عاشورہ کا روزہ بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ ماہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل اللہ کے نزدیک محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ ہے (مسلم) جناب رسول جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورا کا روزہ رکھتے دیکھا آپ نے ان سے دریافت فرمایا یہ روزہ کس لیے رکھتے ہو؟ انہوں نے بتایا یہ بڑا دن ہے۔ کہ اسی دن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دی اور فرعون مع قوم کے غرق ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکرانے کے روزہ رکھا۔ اس لیے ہم بھی رکھتے ہیں۔ پس ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم زیادہ حقدار و قریب ہیں موسیٰ علیہ السلام کے تم سے۔ پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روزہ رکھا۔ اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کی ترغیب دی (متفق علیہ) نیز ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں امید رکھتا ہوں حق تعالیٰ سے کہ عاشورا کا روزہ سال بھر کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہو جائے (مسلم) جمع الفوائد میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھو تم عاشورا کا اور اس میں یہود کی مخالفت کرو کہ اس سے پہلے یا بعد میں ایک روزہ اور رکھو۔ رزین، بیہقی اور مرقات میں ہے کہ جس شخص نے عاشورا کے دن گھر والوں پر فراخی کی تو اللہ تعالیٰ سال بھر اس پر فراخی فرمائے گا۔

قرآن پاک میں حکم ہے کہ مصیبت و تکلیف کے وقت

باقی صفحہ ۲۷ پر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۱ —— شمارہ نمبر ۶

بتاریخ :- ۸ تا ۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

بمطابق :- ۱۰ تا ۱۶ جولائی ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر —— عبدالرحمن باوا

اس شمارے میں

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
۱.	ماہ محرم الحرام اور تاریخی یادیں	۲
۲.	کیا تمہارے دل میں ذرہ ایمان نہیں (نظم)	۴
۳.	ملک میں بدامنی کے ذمہ دار قادیانی ہیں (اداریہ)	۵
۴.	حضرت حسین بن علیؓ	۶
۵.	ایک جنت گم گشتہ اندلس	۸
۶.	مملکت اسلامی میں غیر مسلموں کے حقوق	۱۴
۷.	اصحاب رسولؐ اور فریضۂ نماز	۱۶
۸.	محمود آباد آپریشن	۱۹
۹.	کیا مرزا قادیانی مامور من اللہ تھا؟	۲۰
۱۰.	مرزا قادیانی کی ایک شرارت	۲۲
۱۱.	رد واقعات اور رد قادیانیت	۲۳
۱۲.	سیرت اولیاءؒ	۲۴
۱۳.	اللہ کے ذکر سے اعراض	۲۵

سرپرست

شیخ المشائخ حضرت مولانا

خان محمد صاحب مدظلہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

نائب سرپرست

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

نگران اعلیٰ

مولانا منظور احمد الحسینی

سرکولیشن منیجر

محمد انور

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

قانونی مشیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

چندہ

سالانہ —— ۱۵۰ روپے

ششماہی —— ۷۵ روپے

سہ ماہی —— ۴۵ روپے

فی پرچہ —— ۳ روپے

رابطہ دفتر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

جامع مسجد باب الرحمت کرسٹ پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ

کراچی ۷۴۴۰۰ پاکستان۔ فون نمبر:- 7780337

LONDON OFFICE:

35 STOCKWELL GREEN

LONDON SW9 9HZ U.K.

PHONE: 071-737-8199.

چندہ

غیر ممالک سے سالانہ بذریعہ ڈاک ۴۵ ڈالر

چیک/ڈرافٹ بنام "ویکلی ختم نبوت"

الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۶۳

کراچی پاکستان ارسال کریں۔

کیا تمہارے دل میں کوئی ذرہ ایمان نہیں؟

دل میں گر عشقِ صحابہؓ کا بپا طوفان نہیں
کچھ بھی ہو موجود اس دل میں مگر ایمان نہیں
حضرت صدیقؓ و فاروقؓ و غنیؓ و مرتضےٰؓ
انبیاء کے بعد ان جیسا کوئی انساں نہیں

چار یاران نبیؐ کا عشق جس دل میں نہیں
اس سے بڑھ کر کوئی بدبخت و تہی داماں نہیں
تھے بہم شیر و شکر حضرت کے چاروں جانشیں
بغض سے میلا کبھی ان کا ہوا داماں نہیں

شانِ صدیقہ بیاں ہے سورۃ النور میں
بدنصیبو کیا کبھی تم نے پڑھا قرآن نہیں
خلد میں بھی عائشہؓ ہوں گی رفیقہ آپ کی
مرتبہ اتنا بڑا ملنا کوئی آساں نہیں

زوجہ سرکارؐ حفصہؓ، دخترِ حضرت عمرؓ
کیا یہ عالی شان ہستی مومنوں کی ماں نہیں
تم نے ان معصوم ماؤں کو سمجھا کچھ نہیں
کیا تمہارے دل میں کوئی ذرہ ایماں نہیں

نوحہ و ماتم تبرا، گریہ و سینہ زنی
یہ نجات اخروی کا احمقو ساماں نہیں
خوف سے حق کو چھپا کر، لیں تقیہ سے مدد
یہ علی مرتضےٰ شیر خدا کی شان نہیں

لغو و بے بنیاد قصے اور تاویلات سب
روغنی مٹی کی تصویریں ہیں ان میں جاں نہیں
آ گئی سر پر قیامت وہ نبی ہونے لگے
جن کا کوئی دیں نہیں جن کا کوئی ایماں نہیں

لیتے ہیں قول و عمل میں کام تاویلات سے
نفع و نقصان کی جنہیں اپنے ذرا پہچان نہیں
ایسے لوگوں سے عزیزو کچھ نہ رکھو واسطہ
جن کا سینہ نورِ حق سے روشن و تاباں نہیں

نقش پا پر گر صحابہؓ کے یونہی چلتا رہا
پھر ترے سرور بھٹکنے کا کوئی امکاں نہیں

محمد بشر سواتی، لاہور

ملک میں بدامنی وتخریب کاری کے ذمہ دار قادیانی ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت ایمان کی اساس ہے جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں اور آپ کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے وہ خواہ کتنی بھی عبادت کرتا ہو۔ ریاضتیں کرتا ہو۔ کلمہ طیبہ پڑھتا ہو وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب بھی کسی شخص نے دعوائے نبوت کیا اسلامی حکمرانوں نے اس کا فیصلہ تلوار سے کیا۔

برصغیر پاک و ہند میں جب انگریز حکمران تھا تو اس نے اپنی حکمرانی کو دوام و استحکام بخشنے کے لئے .... مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم کرنے کے لئے ..... لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل کرنے کے لئے ایسے شخص کی ضرورت محسوس کی جو نبوت کا دعویٰ کرے لیکن یکدم نہیں بلکہ منصوبے کے تحت تدریجی انداز میں وہ اس منصب تک پہنچے۔ چنانچہ پورے برصغیر میں ایسے شخص کی تلاش شروع ہوئی بالآخر انگریز کو وہ "گوہر نایاب" ہاتھ آگیا اور وہ مرزا غلام مرتضےٰ کا بیٹا مرزا غلام احمد المتوطن قادیان تھا۔

یہ خاندان شروع دن سے ہی انگریز کا وفادار اور ٹوڈی رہا ہے جس کا تذکرہ مسٹر گریفن کی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں موجود ہے۔ جس کا اعتراف خود مرزا قادیانی نے بھی کیا ہے۔ آج قادیان کی رائل فیملی کے پاس بھارت، ربوہ اور کنری سندھ میں جتنی جائیدادیں موجود ہیں یہ سب انگریز ہی کی عنایت ہے۔ الغرض مرزا قادیانی نے انگریز سے پرانی وفاداری کی روایات کو دہرایا اور انگریز حکومت کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے پہلے مبلغ اسلام کا روپ دھارا پھر مجدد کی کرسی سنبھالی اس کے بعد مہدی اور مہدی کے بعد مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا بات یہیں ختم نہیں ہوئی اٹھارھویں صدی ختم ہوتے ہی انیسویں صدی شروع ہوئی تو چھلانگ لگا کر منصب نبوت پر براجمان ہوگیا اس کے بعد ڈھٹائی اور بے شرمی کی یہاں تک حد کر دی کہ محمد رسول اللہ ہونے کا اعلان بھی کر دیا۔

مرزا قادیانی نے جو روپ بھی دھارا اس کی زندگی کا اولیں مقصد انگریز کی حمایت اور اطاعت پر اصرار تھا اس کے نام سے جتنی بھی کتابیں یا اشتہارات شائع ہوئے ہیں وہ تقریباً سب کی سب انگریز کی خوشامد سے بھرے پڑے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس شخص کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو اس سے کبھی نہ کبھی سچ نکل ہی آتا ہے۔ مرزا قادیانی نے جہاں انگریز کی حمایت کی اس کی اطاعت پر زور دیا اور اسے اولی الامر قرار دیا وہاں یہ لکھ کر کہ میں اس کا "خود کاشتہ پودا" ہوں اپنا بھانڈا پھوڑ دیا اور یہ بتلا دیا کہ میں جس نبوت کا دعویدار ہوں وہ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نہیں بلکہ انگریز کی عطا کردہ ہے۔

مرزا قادیانی کا برپا کردہ فتنہ اس لحاظ سے زیادہ خطرناک تھا کہ اسے انگریز حکومت کی مکمل سرپرستی حاصل تھی اور آج بھی حاصل ہے۔ علماء کرام نے اسی وقت سے اس فتنہ کا تعاقب کیا اور مسلمانوں کو اس کے جال میں پھنسنے سے بچانے کی بھرپور جدوجہد کی علماء کرام کی کوششیں رائیگاں نہیں گئیں اگر علماء کرام اس فتنہ کے خلاف میدان میں نہ آتے تو آج یہ فتنہ اپنے انگریز سرپرستوں کی بدولت یہاں کا بلا شرکت غیرے حکمران ہوتا کیونکہ قادیانیوں کا خیال تھا کہ جب انگریز یہاں سے جائے گا تو سارا نہیں تو کم از کم ایک خطہ ایسا ضرور دے کر جائے گا جہاں ان کی حکومت ہوگی چنانچہ آنجہانی مرزا محمود جو قادیانی جماعت کا دوسرا پیشوا اور مرزا قادیانی کا بیٹا تھا اس نے ایک بھاشن دیتے ہوئے کہا:۔

۱۔ "ہمیں احمدی حکومت قائم کرنا چاہیئے"۔ (الفضل ۱۲ فروری ۱۹۲۲ء)

باقی صفحہ ۲۶ پر

نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ

رعایت اللہ فاروقی

ماہ محرم الحرام جہاں عدل و انصاف کے عظیم پیکر و خسر رسول داماد علی خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا گواہ ہے وہیں یہ مہینہ نوجوانان جنت کے سردار علیؓ و فاطمہؓ کے فرزند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت ابراہیم کے بھانجے حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب کے بھتیجے سیدنا حضرت حسینؓ کی شہادت کا بھی شاہد ہے درا صل شہادت سلسلۃ الذہب کی اس لڑی کا نام ہے جس کی کڑی بننے کے لئے گزشتہ چودہ صدیوں سے مجاہدین اسلام کفر اور باطل کے مقابلہ میں میدان کارزار میں اترتے ہیں۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک جلیل القدر کڑی حضرت حسینؓ بھی ہیں حضرت حسینؓ شعبان ۴ ھ میں اس دنیا میں تشریف لائے جب آپ کی ولادت کی خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو فوراً حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور بچے کو طلب کیا جب نومولود حضرت حسینؓ کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان خود اپنی زبان مبارک سے حضرت حسینؓ کے کان میں فرمائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ سے بے پناہ محبت تھی جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں ایک مرتبہ ضرور آپؓ کو دیکھنے کے لئے حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ایک شب عشاء کی نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ سے نکل کر تشریف لے جانے لگے تو میں بھی پیچھے ہولیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری موجودگی کو محسوس فرما کر پوچھا کون؟ حذیفہ؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے؟ دیکھو! ابھی ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو اس سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا اس کو خدا نے اجازت دی ہے کہ وہ مجھ سے ملے اور مجھے بشارت دے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں اور حسنؓ و حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر جب حضرت فاطمہؓ کے ہاں جاتے تو حضرات حسنینؓ یا تو آپ کی گود میں ہوتے یا دوش مبارک پر اٹھائے ہوئے اور تاریخ ایسے مناظر بھی بیان کرتی ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے تو یہ آپؐ کی پشت پر چڑھ جاتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں ہوتے تو یہ آپؐ کی دونوں ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے اور کبھی آپؐ کی ریش مبارک سے کھیلتے غرض مختلف قسم کی طفلانہ شوخیاں آپؐ کے یہ نواسے فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ان طفلانہ شوخیوں کو نہایت محبت و مسرت کے ساتھ برداشت فرماتے اور مسکراتے رہتے۔

آپؐ کی اس محبت کی وجہ سے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حضرت حسینؓ سے بے انتہا محبت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اہل بیت میں سے حضرت حسنؓ اور حسینؓ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ سے محبت فرماتے تھے بلکہ آپؐ خدا سے بھی اپنے ان محبوبوں سے محبت کرنے کی دعا فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بازار بنی قینقاع سے لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ بچے کہاں ہیں؟ تھوڑی دیر میں دونوں بچے دوڑتے ہوئے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹانگوں سے لپٹ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ! میں ان کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان کو محبوب رکھے ان کو بھی محبوب رکھ ایک موقع پر بہت سے لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حسینؓ تشریف لائے اور سلام فرمایا تمام حضرات نے جواب دیا مگر حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص خاموش رہے جب لوگ چپ ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص نے با آواز بلند فرمایا کہ السلام علیکم جب سب لوگ متوجہ ہوگئے تو آپ فرمانے لگے لوگو! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ زمین کے رہنے والوں میں سے آسمان کے رہنے والوں کو سب سے زیادہ محبوب شخص کون ہے؟ پھر فرمانے لگے یہی شخص ہے جو جا رہا ہے یعنی حضرت حسینؓ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ شفقت کم سنی ہی میں آپ کے سر سے اٹھ گیا تھا بے شک یہ ایک ایسا عظیم نقصان تھا کہ جس کی تلافی ممکن نہ تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جانشینوں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے آپؓ سے محبت اور شفقت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بدری صحابہؓ کے لڑکوں کا وظیفہ دو دو ہزار مقرر فرمایا تو آپؓ کا محض قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پانچ ہزار مقرر فرمایا اسی طرح ایک مرتبہ یمن سے بہت سے حلے آئے حضرت عمرؓ نے تمام صحابہؓ میں تقسیم فرمائے حضرت عمرؓ روضہ اور منبر کے درمیان تشریف فرما تھے لوگ ان حلوں کو پہن کر آکر بطور شکریہ آپؓ کو سلام کرتے اسی دوران حضرت حسنؓ اور حسینؓ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکلے حضرت عمر فاروقؓ کی نظر جب ان پر پڑی تو ان کے جسموں پر حلے نہ تھے یہ دیکھ کر آپؓ کی جبین مبارک پر شکن پڑ گئے اور فرمانے لگے لوگو مجھے تمہیں حلے پہنا کر کوئی خوشی نہیں ہوئی! لوگوں نے پوچھا اے امیر المؤمنین کیوں؟ فرمانے لگے اس لئے کہ ان لڑکوں کے جسم ان حلوں سے خالی ہیں اس کے بعد فوراً حاکم یمن کو حکم بھیجا کہ اعلیٰ قسم کے دو حلے جلد از جلد بھیجو اور حلے منگوا کر دونوں بھائیوں کو پہنا کر فرمانے لگے اب مجھے خوشی ہوئی جو کہ پہلے نہیں [illegible]

کی تربیت ہوئی ہے وہ حضرت حسینؓ نے اپنے نانا حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ گزارہ تھا اس لئے عبادت کا ذوق گویا کہ خوب حاصل کیا تھا ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ دن اور رات میں ایک ہزار نوافل ادا فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح سے روزے کا اہتمام بھی کثرت سے فرمایا کرتے اور حج وعمرہ تو گویا کہ آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا بعض روایات میں ہے کہ آپؓ نے اپنی زندگی میں پچیس پیدل حج کئے۔

ان بدنی عبادات کے ساتھ ساتھ مالی عبادات بھی بکثرت فرمایا کرتے چنانچہ آپ کے دروازے سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہ جاتا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ کوئی سائل آ گیا آپؓ نے وہ نماز نسبتاً جلدی ختم فرمائی اور دروازے پر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے جس کے چہرہ پر فقر وفاقہ کے آثار واضح ہیں آپؓ نے فوراً خادم کو بلایا اور دریافت کیا کہ کچھ ہے؟ خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپؓ نے جو دو سو درہم اہلبیت میں تقسیم کرنے کے لئے عنایت فرمائے تھے وہ موجود ہیں یہ سن کر آپؓ نے حکم دیا جلدی سے وہ لے آؤ اہلبیت سے زیادہ ایک مستحق اس وقت آ گیا ہے اور جب خادم درہم کی تھیلی لے آیا تو آپؓ نے وہ تھیلی اس سائل کو پکڑاتے ہوئے فرمایا میں معذرت خواہ ہوں کہ اس وقت اس سے زیادہ ہمارے پاس ہے نہیں ورنہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب بغاوت اٹھی تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے گھر پر پہرا دیتے رہے اور جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو اس کا آپؓ کو بے انتہا صدمہ تھا کہ باغیوں نے اس شخص کو شہید کر دیا جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بار بار جنت کی بشارت سنائی تھی۔

جب حضرت حسینؓ کے والد گرامی حضرت علی مرتضیٰؓ کا دور خلافت اور امیر معاویہؓ کا دور گزر گیا اور یزید بن معاویہؓ تخت پر بیٹھا تو حضرت حسینؓ نے اس کی بیعت نہ کی اور مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

یہاں وہیں اہل کوفہ تھے انہوں نے آپ کو خطوط بھیجنا شروع کر دیئے کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں یہاں کے حالات آپ کے لئے نہایت سازگار ہیں ایک لاکھ تلواریں آپ کی مدد کے لئے موجود ہیں۔

شروع شروع میں تو حضرت حسینؓ نے ان خطوط کو نظر انداز کیا مگر جب ان کی تعداد حد سے بڑھ گئی تو آپ نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا کہ جا کر اندازہ لگا کے آئیں کہ حالات کس ڈگر پر جا رہے ہیں اہل کوفہ کے خطوط صداقت پر مبنی ہیں بھی کہ نہیں!

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسین کو اہل کوفہ کی طرف سے ملنے والے خطوط کی تعداد بارہ ہزار ہے اور مؤرخین نے یہ تعداد اٹھارہ ہزار بھی بیان کی ہے۔

بہر حال کچھ بھی ہو اتنی بات تو معلوم ہو ہی جاتی ہے کہ ان خطوط کی تعداد ہزاروں میں تھی جو حضرت حسین کو اس عرصہ میں موصول ہوئے تھے۔

حضرت مسلم بن عقیلؓ کوفہ پہنچے تو پورا کوفہ شہر آپ کے استقبال کے لئے باہر نکل آیا اور بڑے دھوم دھام سے حضرت مسلم بن عقیلؓ اور ان کے ان دو معصوم بچوں کو جو ان کے ساتھ چلے آئے تھے کوفہ میں لے گئے اور حالات ایسے تھے کہ ہر شخص حضرت مسلم بن عقیلؓ کے سامنے دیدہ و دل فرش راہ ہو رہا تھا۔

اور اہل کوفہ نے یہاں تک ان سے کہا کہ حضرت حسینؓ کو آپ کے ساتھ ہی آ جانا چاہئے تھا دیکھیں لوگ کیسے ان کی محبت میں مدہوش ہیں اور ان کے انتظار میں بے قرار ہیں۔

یہ حالات دیکھ کر حضرت مسلم بن عقیلؓ کو یقین ہو گیا کہ اہل کوفہ کے خطوط صداقت پر مبنی ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت حسین کی طرف پیغام بھیج دیا کہ کوفہ کا ماحول واقعی سازگار ہے آپ تشریف لے آئیں۔ ادھر مسلم بن عقیلؓ نے پیغام روانہ کیا ادھر شام سے یزید نے کوفہ کے لئے نیا گورنر عبداللہ بن زیاد کو بنا کر روانہ کیا اور ہدایت دی کہ کوفہ میں مسلم بن عقیلؓ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو ختم کیا جائے۔

چنانچہ عبداللہ بن زیاد نے پہنچتے ہی اہل کوفہ کو جمع کیا اور سخت خطاب کیا اس خطاب کا اثر کوفیوں پر بڑا شدید ہوا اور پورے بصرہ نے حضرت مسلم بن عقیلؓ سے رخ موڑ لیا سب انجانے بن گئے وہ کوفی جو مسلم بن عقیلؓ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل آئے تھے انہوں نے گویا کہ مسلم بن عقیل کو پہچاننے ہی سے انکار کر دیا یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن زیاد نے کوفیوں کی یہ حالت دیکھی اور مسلم بن عقیل کو تنہا پایا تو اس کا حوصلہ اور بڑھا اور اس نے مسلم بن عقیل کو قتل کرنے کا اعلان کر دیا مسلم بن عقیلؓ بے دردی سے قتل کر دیئے گئے کہاں وہ وقت کہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کوفہ میں ہر وقت ہزاروں اور سینکڑوں مریدوں کے جھرمٹ میں رہا کرتے تھے اور کہاں یہ منظر کہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کی بے گور وکفن لاش کوفہ کی ایک گلی میں پڑی ہوئی ہے، کوئی اٹھانے والا نہیں ہے۔ ادھر مسلم بن عقیل کا پیغام پا کر حضرت حسینؓ مکہ سے کوفہ کی جانب چل پڑے حضرت عبداللہ ابن عباس اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھایا بھی کہ نہ جائیں اہل کوفہ ناقابل اعتماد ہیں ان کا کوئی بھروسہ نہیں انہوں نے آپ کے والد سے وفا نہ کی تھی آپ کے وفادار کس طرح ہو سکتے ہیں۔

مگر حضرت حسینؓ نہ مانے کیونکہ تقدیر میں تو کچھ اور ہی لکھا جا چکا تھا اور تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ اکثر تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ تقدیر تو خالق حقیقی مقدر کرتا ہے جبکہ تدبیر کے مدبر مخلوق ہوا کرتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ اگر خالق نہ چاہے تو پوری دنیا کی مخلوق کچھ نہیں کر سکتی۔

حضرت حسینؓ کسی کی نہ مانے اور اپنے اہل خانہ کے قافلے کو لئے ہوئے راہی کوفہ ہوئے راستے میں آپ کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت کی خبر ہوئی بھی مگر آپ نے سفر کوفہ کو ترک نہ کیا اور کوفہ کی جانب بڑھتے ہی چلے گئے حتیٰ کہ آپ میدان کربلا میں پہنچے تو عبداللہ بن زیاد کی فوج کو راستہ روکے پایا یہ منظر دیکھ کر حضرت حسینؓ نے ان سے فرمایا کہ میں اپنی مرضی سے نہیں آیا بلکہ آپ ہی لوگوں نے خطوط لکھ کر مجھے بلایا اور آپ راستہ روکے ہوئے ہو گویا کہ زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ سہ

باقی صفحہ ۲۲ پر

تاریخ کے آئینے میں

اندلس ایک جنت گم گشتہ

سید صباح الدین عبدالرحمٰن

آٹھویں صدی کے شروع میں عرب افریقہ پہنچے تو بربروں نے اسلام قبول کیا۔ اور بحر روم تک مسلمانوں کا قلمرو ہوگیا۔ جس پر رومی برابر حملہ آور ہوتے رہے لیکن بنی اُمیّہ کے جواں مرد۔ جواں حوصلہ قومی سردار موسٰی نے بنو اُمیّہ کا تسلط مجورکہ۔ سوز کہ اور طانی ویکم پر قائم کردیا۔ رفتہ رفتہ ان کے قلمرو کا دائرہ مصر کی مغربی سرحد سے بحر اوقیانوس کے ساحل تک پہنچ گیا۔ ان کی سرحد رومیوں کی سرحد سے مل گئی۔

افریقہ میں مسلمانوں کی حکومت شروع ہوئی تو وہاں ہر قسم کی خوش حالی اور ترقی نظر آنے لگی لیکن اسپین گوتھ حکمراں کے ماتحت رہ کر بڑی اذیت میں مبتلا تھا۔ وہاں متمول طبقہ پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا جاتا تھا۔ مڈل کلاس کے لوگوں پر ٹیکس کے ادا کرنے کا سارا بار تھا۔ صنعت اور تجارت میں کوئی ترقی نہیں تھی۔ ملک مختلف حصوں میں منقسم تھا۔ ان پر یا تو کلیسا کی طرف سے حکومت تھی یا متمول لوگ قابض تھے۔ وہ بڑے بڑے محلوں میں رہتے۔ عیاشی اور رندی میں زندگی گذارتے۔ کھیتی غلاموں سے کرائی جاتی۔ جن کی زندگی مصیبت سے بھری رہتی۔ ان سے کوڑے مار مار کر کام لیا جاتا۔ وہ کسی چیز کو اپنی نہیں بنا سکتے تھے۔ وہ اپنے آقا کی مرضی کے بغیر شادی بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی اولاد کی بھی تقسیم متمول لوگ کر لیتے۔ وہاں یہودی بھی آباد تھے وہ اپنی مصیبت سے تنگ آجاتے تو بغاوت کرتے۔ لیکن ان کو عبرتناک سزائیں دی جاتیں ان کے مال اسباب اور جائداد ضبط کر لی جاتی۔ وہ غلام بنا لئے جاتے۔ بوڑھوں کو تو ان کے مذہب پر چھوڑ دیا جاتا لیکن جوان اور بچے عیسائی بنا لئے جاتے۔ وہ اپنے ہم مذہبوں سے شادی نہیں کر سکتے تھے۔ ایک یہودی غلام کی شادی عیسائی غلام کے یہاں ہوتی۔

(ہسٹری آف سراسینز امیر علی، ص ۱۰۶، ۱۰۷)

افریقہ میں عربوں کی حکومت قائم ہوئی تو وہاں کی روادارانہ حکومت کی ساری باتوں کو اہل اسپین دیکھتے اور ان کی زندگی پر رشک کرتے۔ اسپین میں اس وقت روڈرک کی حکومت تھی۔ اس کے مظالم سے تنگ آکر اسپین کے لوگوں نے افریقہ میں موسٰی سے درخواست کی کہ وہ ان کو انکی مصیبتوں سے نجات دلائے۔ موسٰی نے اپنے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے اجازت لے کر اپنے جواں ہمت فوجی سردار طارق بن زیاد کو اسپین کی طرف بھیجا تو اس کی سپہ گری اور پامردی سے اس جزیرہ کی تاریخ بدل گئی اور اسپین ۹۲ھ میں بنو اُمیّہ کے قبضہ میں آگیا۔ جس کے بعد وہاں کے لوگوں نے بڑا انقلاب دیکھا یہاں کے کچھ حکمرانوں کی سیرت و کردار کے کچھ نمونے لکھنے کے قابل ہیں۔

اس کا پہلا باضابطہ حکمران عبدالرحمٰن الداخل تھا۔ دمشق میں بنو اُمیّہ کو عباسیوں نے ختم کیا تو وہاں سے فرار ہو کر اسپین پہنچا۔ جب وہ اس کے ساحل پر پہلی دفعہ اترا تو اس کے سامنے شراب پیش کی گئی۔ اس نے یہ کہہ کر اس کی طرف سے منہ موڑ لیا کہ اس کو تو ایسی چیز کی ضرورت ہے جو اس کی عقل کو بڑھائے نہ کہ اس کو کم کرے اسی طرح اس کو ایک موقع پر بہت ہی حسین و جمیل کنیز پیش کی گئی۔ اس نے یہ کہہ کر اس کو واپس کردیا کہ اگر یہ کنیز آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنائے گا تو اپنے اصلی مطلوب کو چھوڑ دے گا۔ اور اگر اپنے اصلی مطلوب کی فکر میں برابر لگا رہا تو اس کنیز پر سخت ظلم ہوگا۔ ان ہی اوصاف کے ساتھ اس نے ایسی حکومت قائم کی جس کی مثال بقول یورپین محققین یورپ میں نہیں دیکھی گئی۔ عوام کے لیے عبدالرحمٰن الداخل کا تمغہ کھلا رہتا۔ وہ ممالک محروسہ کے دورے کر کے حکام کے اعمال پر کڑی نظر رکھتا رعایا کی ضروری باتوں سے باخبر رہتا۔ صنعت و حرفت اور علوم و فنون کی ترقی کی ترغیب دلائی قرطبہ کو عمارتوں اور سیرگاہوں سے اس طرح سجا دیا تھا کہ خود ہی اس پر ناز کرنے لگا تھا۔

عبدالرحمٰن الداخل کے بیٹے ہشام اوّل نے اپنے سیرت و کردار میں اور رموز حکمرانی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی یاد تازہ کر دی تھی۔ اس کے زمانہ میں قرطبہ علماء و فضلاء اور صلحاء کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔ اپنی وفات سے پہلے اپنے جانشین حکم کو یہ نصیحتیں کیں کہ عدل و انصاف میں امیر و غریب کا امتیاز نہ کرنا۔ جو لوگ تمہارے دست نگر ہیں ان سے لطف و کرم سے پیش آنا یہ سب لوگ خداوند تعالیٰ ہی کی مخلوق ہیں۔ صوبوں اور شہروں کی حفاظت نمک حلال اور تجربہ کار لوگوں پر چھوڑنا۔ رعایا کو تنگ کرنے والے حکام کو بے رحم ہو کر سزا دینا۔ اپنے سپاہیوں کے ساتھ اعتدال کے ساتھ پیش آنا۔ اور یہ خیال رکھنا کہ ان کو اسلحہ ملک کی حفاظت کے لئے نہ کہ اس کو تباہ کرنے کے لئے دیے جاتے ہیں ہمیشہ اس کی کوشش کرنا کہ تمہاری رعایا تم سے ڈرنے اور نفرت کرنے کے بجائے تم سے محبت کرے۔ اگر لوگ تم سے ڈرتے رہے تو وہ خطرناک ہو جائیں گے۔ اور نفرت کرتے رہے تو تم کو برباد کرنے کی کوشش کریں گے۔ کاشتکاروں کی پوری حفاظت کرنا کہ وہ روٹی مہیا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جہاں بانی کے ان ہی اصولوں کا وہ خود پابند رہا۔

اس خاندان کے حکمراں عبدالرحمٰن ثانی کو یونانی فلسفہ سے بڑی دلچسپی تھی۔ قرطبہ کو عالیشان عمارتوں۔ حماموں، سیرگاہوں۔ اور فواروں سے سجا کر بغداد ثانی بنا دیا تھا۔ اس کے عہد میں تہذیب و تمدن کو ایسا فروغ ہوا کہ یورپ کے فرماں روا اس کی نقل کرنا فخر سمجھتے تھے۔

اس خاندان کا لائق ترین فرمانروا عبدالرحمٰن ثالث تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے کاغذوں میں ایک بیاض نکلی۔ جس میں اس نے خود لکھا تھا کہ میں نے نہایت امن وامان اور کامیابی کے ساتھ پچاس برس حکمرانی کی۔ ہمیشہ رعایا مجھ پر فدا تھی۔ جب میرے دشمن مجھ سے لرزاں تھے میرے حلیف اور دوست مجھ سے خوش تھے۔ دنیا بھر کے بادشاہ میری دوستی کے طلب گار تھے۔ کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جس کی خواہش انسان کے دل میں ہوا کرتی ہے وہ مجھ کو میسر نہ ہوئی۔ شہرت قوت اور عیش سب کچھ مجھے حاصل تھا۔ میں نے اس طویل زندگی میں ان دنوں کو گنا ہے جن میں بے فکر رہا ہوں اور مجھے حقیقی خوشی نصیب ہوئی۔ وہ شمار میں صرف چودہ تھے۔ کیا دنیا کا کوئی حکمراں یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟

ایس۔ پی اسکاٹ لکھتا ہے کہ عبدالرحمٰن ثالث نے رفاہ عام کے کام بڑے وسیع پیمانے پر انجام دیئے۔ اور اپنے دربار میں بڑی شان وشوکت پیدا کی۔

ڈوزی لکھتا ہے کہ عبدالرحمٰن ثالث کی فوج دنیا کی بہترین فوج تھی۔ یورپ کے فرمانروا اس سے سفارتی تعلقات رکھنے میں فخر کرتے۔ اس کی رواداری کا یہ حال تھا کہ ہر مذہب وملت کے لوگوں کو مشورہ کے لئے بلاتا۔ وہ ازمنہ وسطیٰ کے بجائے موجودہ دور کا فرماں روا ہونے کے لائق تھا۔ (ان تینوں حکمرانوں کے تفصیلی حالات تاریخ اندلس شائع کردہ دارالمصنفین میں ملیں گے)

عربوں کی حکومت کی وجہ سے وہاں جو انقلاب آیا۔ اس سے متمول لوگوں کی ساری رعایتیں ختم کر دی گئیں۔ کلیسائی بالادستی جاتی رہی۔ بھاری محصولات ختم کر دیئے گئے۔ جس سے صنعت کو فروغ ہونے لگا۔ مذہبی ایذا رسانی اور تعصب کا دور ختم ہو گیا۔ یہودیوں کو اپنے مذہب میں آزادی دی گئی۔ عیسائیوں پر بھی کوئی پابندی نہیں رکھی گئی۔ ان کے لئے قاضی علیحدہ مقرر ہوتے جو ان کے مقدمے ان کے قوانین کے مطابق فیصلہ کرتے۔ ملازمتوں میں کوئی تخصیص نہیں کی جاتی۔ یہودی اور عیسائی دونوں مسلمانوں کے ساتھ بحال ہوتے۔ غلاموں کو وہ زمین دے دی گئی جن کی وہ کھیتی کرتے تھے۔ جو غلام عیسائی آقاؤں کے ماتحت تھے۔ ان کو چھوڑ چھوڑ کر اسلام قبول کرنے لگے۔ (ہسٹری آف سارا سنز از سید امیر علی ص ۴۱۱-۱۲)

عربوں نے اسپین کو ترقی دے کر جس طرح اس کو یورپ کا زریں راج ہنس بنا دیا۔ وہ قوموں کی تاریخ کی ایک بہت ہی دلآویز کہانی ہے۔

فراخ دل یورپین مصنفوں نے اعتراف کیا ہے کہ مسلمان اسپین پہنچے تو انہوں نے اس کو علمی اور مادی ترقی کے لحاظ سے ایسا بدل دیا کہ یہ یورپ کا سرتاج بن گیا۔ انہوں نے عیسائیوں کو دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری برتنا، مفتوحوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا اور قول پر قائم رہنا یورپ کے عیسائیوں کو سکھایا۔ نہروں کا جال بچھا کر وہاں کے بنجر علاقوں کو سرسبز اور شاداب باغات میں بدل دیا۔ پارچہ بافی کو ایسی ترقی دی کہ یورپ میں یہیں کے کپڑے مقبول تھے۔ شکر ریزی۔ لوہے۔ اسپات اور کاغذ کے کارخانے کھول کر تجارت اتنی بڑھا دی کہ ان کے تجارتی بیڑے بحر اسود اور بحر قلزم سے افریقہ اور مڈغاسکر تک پہنچا کرتے تھے۔

عربوں نے اسپین کو ترقی دے کر جس طرح زریں راج ہنس بنایا۔ اس کا اعتراف یورپ کے مؤرخوں نے اپنی تحریروں میں بھی کیا ہے۔ مثلاً اسٹینلی لین پول لکھتا ہے:۔

"مسلمانوں نے قرطبہ میں وہ حیرت انگیز سلطنت قائم کی جو ازمنۂ وسطیٰ میں ایک عجوبہ روزگار بن گئی۔ اس زمانہ میں سارا یورپ وحشیانہ جہالت اور باہمی جنگ میں مبتلا تھا۔ مسلمانوں کا اسپین تنہا علم اور تہذیب کی جگمگاتی مشعل کی طرح مغربی دنیا میں دکھائی دے رہا تھا۔ یہ خیال کرنا صحیح نہیں کہ عرب بھی ان وحشیوں کی طرح تھے جو ان سے پہلے اسپین آئے تھے۔ اس کے برعکس عربوں نے جس نرمی، انصاف پسندی اور تدبر سے یہاں حکومت کی ویسی حکومت یہاں پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ یہاں کے لوگ مجموعی حیثیت سے عربوں سے مطمئن تھے۔ یعنی اس قدر مطمئن جتنے کہ ایک قوم کے لوگ اپنے سے مختلف قومیت۔ نسل اور مذہب کے لوگوں سے ہو سکتے تھے۔...... اسپین والے جس درجہ کے عیسائی تھے اس درجہ کے مجوسی بھی تھے۔ کونس ٹن ٹائن نے ان کو عیسائی ضرور بنا لیا تھا۔ مگر اس مذہب نے ان پر بہت کم اثر ڈالا تھا۔ وہ محض نمائشی طور پر رومی وضع رکھے ہوئے تھے۔ وہ مذہب نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کی خواہش تھی کہ کوئی ایسی قوت آجائے جس کے سہارے وہ امن وعافیت کی زندگی بسر کر سکیں یہ چیز ان کے عرب آقاؤں نے ان کو دی۔

شروع میں ایک تھوڑی سی مدت میں آتش زنی، لوٹ مار اور قتل کا سلسلہ رہا لیکن عرب حاکموں نے اس پر قابو پالیا۔ جب ہر چیز پرسکون ہو گئی تو رعایا یہ محسوس کرنے لگی کہ وہ پہلے سے بدتر حالت میں نہیں ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہ یہ سمجھنے لگی کہ حکمرانوں کی تبدیلی سے وہ منفعت میں رہی۔ انہیں اجازت تھی کہ وہ اپنے قوانین اور احکام باقی رکھیں۔ ان ہی کی قوم کے لوگ ان کے علاقے کا انتظام کرتے۔ وہی ٹیکس وصول کرتے آپس کے جھگڑے چکاتے۔ شہریوں کے متوسط طبقہ پر سلطنت کے اخراجات کا بار نہیں ڈالا گیا۔ صرف جزیہ ادا کر دیتے۔ جس کی شرح بہت زیادہ نہ تھی۔ اس کے ادا کرنے کے بعد تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہو جاتے۔ البتہ اگر ان کے پاس کھیتی ہوتی تو ان کے جزیہ کے علاوہ زمین کا خراج بھی ادا کرنا پڑتا۔ جزیہ کی شرح حیثیت کے مطابق مقرر کی جاتی۔ یہ رقم بارہ سے اڑتالیس درہم سالانہ ہوتی...... اس کی وصول بارہ مہینوں میں ہوتی۔ اس لئے اس کا ادا کرنا بھی آسان تھا خراج اراضی کی پیداوار کے لحاظ سے عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں سے یکساں طور پر لیا جاتا...... زمین کے مالک کو منتقل کرنے کا حق دیا گیا۔ مذہبی آزادی میں ان کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دیا گیا۔ پہلے ان پر تبدیل مذہب کے لئے جبر کیا جاتا۔ لیکن عربوں نے ان کو آزادی دے رکھی تھی کہ جس چیز اور جس شخص کی چاہیں پرستش کریں...... عیسائی اپنے نئے حکمرانوں سے ایسے خوش رہے کہ آٹھویں صدی کے اندر ان کے خلاف کوئی مذہبی بغاوت نہیں ہوئی...... اس تبدیلی سے غلام اپنے آپ کو مبارکباد دیا کرتے تھے۔ عیسائی اور گوتھ ان سے بہت برا سلوک کرتے...... پیغمبر عرب کی یہ تعلیم تھی کہ وہ شخص جو اپنے غلام کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے۔ فردوس میں داخل نہیں ہوگا۔

عربوں نے بڑے بڑے امراء اور کلیساؤں کی ضرورت سے زیادہ زمینداریوں کو ختم کر دیا۔ اور چھوٹی چھوٹی ملکیتیں بنا دیں۔ غلاموں کو کثرت سے آزاد کرنے کی ترغیب دلائی۔ اور جو آزاد نہ ہوتے ان کی حالت کو سدھارنے کی کوشش کی۔ اس طرح یہ غلام اپنے غیر کاشتکار مسلمان آقاؤں کی ملازمت میں خود مختار اجارہ دار بن گئے۔

(مورس ان اسپین، ص ۲۰۵-۷)

اسپین کو تمدنی حیثیت سے عربوں نے جس طرح آراستہ و پیراستہ کرکے یورپ کی سرزمین کے لئے ایک مایۂ ناز اور فخر روزگار ملک بنا دیا تھا۔ ذرا اس کی بعض روداد اسٹینلی لین پول کی تحریروں کے ذریعہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

قرطبہ کے بارے میں اسٹینلی لین پول لکھتا ہے کہ یہ اپنے وقت میں قابل فخر دارالسلطنت تھا۔ اپنی خوبصورتی، خوش اسلوبی، بود و باش کے تعلقات، صفائی اور باشندوں کی تعلیم اور سلیقہ مندی میں اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔ اس وقت سارا یورپ وحشیانہ اور بہیمانہ تاریکی کی حالت میں تھا۔ ٹوٹی پھوٹی رومی سلطنت میں تہذیب و تمدن کی کچھ نشانیاں باقی رہ گئی تھیں یا قسطنطنیہ اور اطالیہ کے بعض حصوں میں شائستگی دکھائی دیتی۔ اس کے مقابلہ میں قرطبہ کی حیرت انگیز فضا تھی۔

(مورس ان اسپین، ص ۱۲۹)

یہاں وادی الکبیر کی زینت و آرائش کے متعلق لکھتا ہے۔ وادی الکبیر کے سواحل سنگ مرمر کے مکانوں، مسجدوں اور باغوں سے جگمگاتے تھے۔ جن میں غیر ملکوں کے نہایت ہی نادر اور کمیاب پھول اور پودے بڑی صناعی سے لگائے گئے تھے۔ عربوں نے ان کی سیرابی کے لئے خاص اپنا طریقہ جاری کیا تھا جو اسپین والوں کو پہلے کبھی نصیب نہ ہوا۔

خاندان بنی امیہ کے پہلے سلطان نے ملک شام کے کھجور کا ایک درخت منگوا کر نصب کیا تھا تاکہ اس کو پرانے وطن کی یاد دلاتا ہے۔ اس نے اپنے کارپردازوں کو تمام دنیا میں روانہ کیا تھا کہ اجنبی ملکوں کے عمدہ اور کمیاب درخت پودے اور بیج لے آئیں۔ اور اس کے باغبان ایسے ہوشیار تھے کہ ان کی صناعی سے اجنبی ملکوں کی چیزیں جلد وہاں کی طبیعت قبول کر لیتی اور شاہی محل سے نکل کر تمام ملک میں پھیل جاتی تھیں۔ اسی طرح سے نمونہ کے طور پر دمشق سے لایا گیا تھا اور جس پانی سے ان متعدد باغوں کی سیرابی ہوتی تھی وہ پہاڑوں سے لایا جاتا تھا۔۔۔۔ پہلے تو سیسے کے نلوں کے ذریعہ سے پانی متعدد خزانوں میں پہنچتا تھا۔ بعض سونے چاندی اور بعض پیتل کے ہوتے تھے یہ پانی جھیلوں، حوضوں، تالابوں اور یونانی سنگ مرمر کے چشموں میں جمع ہوتا تھا۔ (مورس ان اسپین ص ۱۳۱-۱۲۹۔ اردو ترجمہ از سید عبدالغنی وارثی ص ۱۰۱)

قرطبہ کی مسجد کے متعلق اسٹینلی لین پول لکھتا ہے کہ اس کی تعمیر ۱۷۸۶ء میں عبدالرحمٰن الداخل اول نے شروع کی اس میں اسی ہزار اشرفیاں خرچ ہوئیں۔ بعد کا ہر سلطان اس کے حسن میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ دنیا کی تعمیرات میں عمدہ ترین نمونہ بن گیا۔ اس میں ستونوں اور دیواروں پر پچی کاری کے اعلیٰ نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ مشرق سے مغرب تک ۱۹ ایلیں اور شمال سے جنوب تک ۳۱ ایلیں محرابیں تھیں۔ نمازیوں کے اندر آنے کے لئے اکیس دروازے چمکیلے پیتل کے تھے۔ ایک ہزار دو سو ترانوے ۱۲۹۳ ستونوں پر اس کی چھت قائم تھی۔ اس کے مصلوں میں چاندی کا فرش تھا۔ جس پر زریں پچی کاری تھی۔ ستونوں میں کاری کا کام تھا جو سونے اور لاجورد سے مرصع تھے۔ اس کا منبر ہاتھی کے دانت کا بنا ہوا تھا۔ جو چھتیس ہزار الگ الگ تختیوں سے مرکب تھا۔ ان میں سے اکثر جواہرات جڑے ہوئے تھے اور سونے کی کیلیں لگی ہوئی تھیں۔ اس میں وضو کے لئے چار حوض تھے۔ جن پر برابر پہاڑوں سے پانی آیا کرتا تھا۔ مسجد کے پچھم جانب بہت سے مکانات بنے ہوئے تھے۔ یہاں غریب مسافر آکر ٹھہرتے۔ ان کی خاطر تواضع حکومت کی طرف سے کی جاتی۔ سینکڑوں پیتل کی قندیلیں رات کے وقت اس مسجد کو منور کرتی تھیں۔ اور ایک بڑی کافوری شمع تھی جس کا وزن پچاس پونڈ تھا۔ رمضان کے مہینے میں شب و روز یہ جلا کرتی تھی۔ تین سو خادم بخور دانوں میں عود اور عنبر جلایا کرتے۔ قندیلوں میں دس ہزار بتیاں جلا کرتی تھیں۔ (مورس ان اسپین، باب ہشتم اردو ترجمہ ۱۰۴)

عبدالرحمٰن ناصر ثالث نے قرطبہ کے پاس جبل الفردوس میں اپنی بیوی زہرا کے لئے ایک محل "مدینۃ الزہرا" کے نام سے بنوایا جو اس کے جانشین کے زمانہ میں بھی بنتا رہا۔ اس کے بنوانے میں چالیس سال لگ گئے۔ اس میں پندرہ ہزار دروازے تھے جن کے اوپر لوہا یا جلا کیا ہوا پیتل چڑھا ہوا تھا۔ اس کے دیوان عام کی چھت اور دیواریں سنگ مرمر کی تھیں۔ اس میں پتھر کا ایک تراشیدہ فوارہ تھا۔ دیوان عام کے وسط میں پارے کا حوض تھا۔ اس کے دونوں جانب آٹھ دروازے تھے جن پر ہاتھی کے دانت اور آبنوس منڈھے ہوئے تھے۔ جو جواہرات سے بھی مرصع تھے۔ جس وقت ان دروازوں سے آفتاب کی شعاعیں آتی تھیں اور پارے کے حوض میں جنبش پیدا کرتی تھیں تو سارے کمرے میں بجلی کی چمک پیدا ہو جاتی اور درباریوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی تھیں۔ محل کے باغ کے زینے سفید سنگ مرمر کے تھے۔ اس میں بڑے بڑے طلائی کمرے اور مدور رشد نشین تھے۔ جن میں انواع و اقسام کی صناعی تھی۔

پوری عمارت کی صناعی بیل بوٹوں کی خوش نمائی تناسب کی خوبصورتی، نقش و نگار کی صفائی، ستونوں کی ہمواری اور ان کی رنگ آمیزی سے بہت ہی عمدہ منظر دکھائی دیتا۔ اسٹینلی لین پول لکھتا ہے کہ جو سیاح یہاں آتے وہ کہتے کہ ایسی چیز کہیں نہیں دیکھی جو اس کے برابر ہو سکے۔ (مورس ان اسپین، ص ۱۳۹-۱۴۲، اردو ترجمہ ص ۱۰۷-۱۰۵)

ایک دوسرے انگریز مورخ ایس۔ پی۔ اسکاٹ نے غرناطہ کی تمدنی، تہذیبی، تجارتی اور اقتصادی اہمیت اور وہاں کے محل الحمراء کی شان و شوکت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے جستہ جستہ ٹکڑوں کو ہم اختصار کے

صرافہ بازار میں سونے کی قدیم دکان
صراف حاجی صدیق اینڈ برادرس
اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں
کندن اسٹریٹ صرافہ بازار کراچی
فون نمبر: ۲۴۵۸۰۳

ساتھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

غرناطہ: ۱۲۳۸ء میں جزیرہ نما کے اندلس کا وہ حصہ جو عیسائی صوبے قرطبہ و مرسیہ میں اور سمندر سے گھرا ہوا تھا۔ دنیا بھر میں سب سے زیادہ دولت مند اور سب سے زیادہ مہذب و متمدن تھا۔ وہاں جو طریقہ زراعت مستعمل تھا وہ عرب کا ایجاد کردہ تھا۔ اس کی نشوونما میں بہت سی نسلوں کی محنت و مشقت اور تجربہ کا دخل تھا۔ آخر وہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اس نے اپنی زرخیزی اور سرسبزی سے دنیا بھر کو حیران کر دیا۔ یہاں دنیا کی ہر چیز پیدا ہوتی تھی کھجور، انجیر اور انار کے پہلو بہ پہلو آلو بالو اور لیموں ہوتے تھے۔ یہ چیزیں اندلس خوب ہوتی رہیں۔ جب تمام شہر سوتا تھا، ہیئت کے مسلمان علماء رات کو آسمان کا مطالعہ کرتے رہتے۔ اور سیاح دن کی سیر کرتے رہتے۔ یہاں کے دلکش مقامات نے شاعروں میں ایک نئی روح پیدا کر دی تھی۔ مؤرخوں نے ان کو قلمبند کر کے جادو کا رنگ بھر دیا ہے۔

جو سیاح یہاں آتا۔ اپنی آنکھوں سے یہاں کا منظر دیکھ کر متعجب ہوتا۔ یہاں وہ دنیا بھر کے تاجروں کو اپنا کام کرتے ہوئے پاتا۔ ہر قوم کے جہاز کھڑے ہوتے۔ بڑی بڑی منڈیاں ہر ضلع میں ہوتیں۔ انجیر اور انار کے باغات مسلسل دکھائی دیتے۔ ریشم، اون، کتان اور روئی کے کپڑے اس طرح بنے جاتے کہ بعض پیاز کے چھلکے سے بھی باریک ہوتے۔ ان پر عجیب و غریب کشیدہ کاری ہوتی مٹی، پیتل، تانبے یا کس اور دھات کے یہاں جو برتن بنائے جاتے۔ ان کی بڑی شہرت تھی۔ زیورات اور جواہرات سے بازار بھرے رہتے۔ تین سو شہر اور قصبے تھے۔ شہر کا ایک ایک حصہ خاص صناعوں کے لئے مخصوص تھا۔ جو کپڑے شاہی خاندان کے لئے تیار ہوتے ان پر بادشاہ کی تصویر اور طغرے مختلف رنگوں اور کلابتوں کے کڑھے ہوتے۔ زیورات ایسے تیار کئے جاتے جن کو دیکھ کر آدمی محو حیرت ہو کر رہ جاتا۔ یہاں کی مینا کاری، پچی کاری اور منبت کاری بہت مشہور تھی۔

جتنی سڑکیں تھیں ان کے کنارے سدا بہار جھاڑوں کی پٹیاں ہوتیں۔ جگہ جگہ نہایت خوبصورتی سے لیموں، نارنگی، کھجور اور سرو کے درخت لگے ہوتے۔ ہر جگہ پانی کے جھرنے کی خوشگوار آواز سے کانوں کی ضیافت کا سامان مہیا ہوتا۔ سرو و صنوبر کے درمیان خوشنما عمارتوں کے سرخ کھپریلے نظر آتے تھے۔ ان کی دیواریں دودھ جیسی سفید ہوتی تھیں وہ گلاب کے پھولوں سے ڈھکی رہتی تھیں۔ ان کو دیکھ کر عرب شاعر کہتے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمرد کی پیالی میں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ متعدد مسجدوں کے سینکڑوں مینار ایک عجیب دلکش منظر پیش کرتے تھے۔ ان میں مختلف رنگوں کی اینٹیں ہوتی۔ سونے کے کلسے جو دور سے چمکتے۔ ہر مسجد کے وسیع صحن میں سنگ مرمر کا ایک حوض اور فوارہ ہوتا۔ نارنگی کے درختوں اور خوشبودار پھولوں کی قطاریں ہوتیں۔ جن کی خوشبو اونچے اونچے جالی دار دروازوں میں سے چھن چھن کر نمازیوں کی تواضع کرتی تھیں۔

یا غرناطہ میں پہلے کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ یہاں کے انگور بیدانہ ہوتے تھے۔ اور نو مہینے تک لطافت کے ساتھ اپنی خوشبو کو قائم رکھتے تھے۔ زیتون کے باغات کثرت سے تھے۔ سیاح ان کو شاہ بلوط کے جنگل سے تشبیہ دیتے تھے۔ گیہوں، جو، جوار اور باجرہ کی فصلیں مسلسل پیدا ہوتی تھیں۔ ریشم کے کیڑوں کی پرورش کے لئے شہتوت کے درخت بکثرت لگائے گئے تھے۔ ریشم کی صنعت کو بڑا فروغ تھا۔ ساحل کے نزدیک روئی اور کتان کی کاشت ہوتی تھی۔ جس سے باریک کپڑے بنے جاتے تھے۔ اور بحیرہ روم کے ملکوں میں ہاتھوں ہاتھ بکتے تھے۔ دھان، گنے کے کھیت، باداموں کے درختوں کے جھنڈ، لیموں اور نارنگیوں کے باغات، قیمتی لکڑیوں کے جنگلات، بھیڑ بکریوں اور چوپایوں کی چراگاہیں غرناطہ کی زراعتی دولت کا بڑا وسیع حصہ تھے۔ دواؤں میں استعمال ہونے والی پودے اور بوٹیاں سلیقہ سے کاشت اور پرورش کی جاتی تھیں۔ جو قرابادین کیلئے بہترین ذخیرے مہیا کرتی تھیں۔ یہ ان ہی کا طفیل ہے کہ زمانۂ حال کے اطباء اور دواساز یورپ میں علاج معالجہ کر رہے ہیں۔ کرم دانہ کی داشت کر کے وہ ایسا رنگ بناتے تھے کہ خوبصورتی اور شوخی میں ارغوانی رنگ سے بڑھ جاتا تھا۔ یہاں کی کانوں سے سنگ مرمر، عقیق احمر، عقیق ابیض، سنگ سلیمانی، سنگ رخام اور لاجورد نکال کر ان کا بہترین مصرف لیا گیا۔ یعنی نیلم اور جزع یمانی سے عورتوں کے سنگار کی چیزیں تیار کی گئیں۔

ہندوستان سے فرانس تک اور شام سے یمن تک کے ملکوں نے مسلمانانِ اندلس کے علماء اور علم نباتات کے محقق دماغوں کے سامنے اپنا اپنا خراج پیش کیا۔ نور بیز آفتاب اور زرریز زمین کے فیضان سے ممالک غیر کی نایاب جڑی بوٹیاں اس بہتات سے پیدا ہوتی تھیں کہ اپنے اصل وطن میں بھی اس سے زیادہ نہ ہوتی ہوں گی۔

ہندوستان سے کباب اور ایلوا۔ یمن سے بلسان اور لوبان۔ ایران سے ریحان۔ آس چنار یہاں مسلمانوں نے پہنچایا۔ مسلمانوں کے چند ہی افراد ایسے ہوتے جن کو سائنس اور تجارت کی تدابیر نہ آتی ہوں۔ وہ علاقے کے علاقے جنت بنا کر چھوڑتے۔ آب پاشی کے لئے بلوریں نہریں جاری کیں۔

مادی دولت کے ساتھ ادبی، علمی اور دماغی ترقی بھی

عین وسط شہر میں القصبہ تھا۔ جو قلعہ کا قلعہ اور محل کا محل تھا۔ اس کے برج، مورچے، مشجر باغوں، سرسبز زمینوں، بلوریں نہروں اور فواروں کے مقابلہ میں نہ صرف سیاحوں ہی کو دلکش معلوم ہوتے تھے بلکہ خود اس محل جنت نظیر کے رہنے والے اس کا لطف اٹھاتے تھے۔

اس زمانہ کی رسم کے مطابق مسجد اور مدرسہ بالکل ملحق ہوتے۔ چنانچہ یہاں بھی مسجد کے ساتھ غرناطہ یونیورسٹی تھی جس کا دروازہ قومی دشمنوں کے لئے بھی ویسا ہی کھلا ہوا تھا جیسا کہ مسلمانوں کے لئے تھا۔ اہالی قشتالہ اپنے دشمنوں سے دارالسلطنت میں رہ کر وہ علم سیکھتے تھے جن کا ان کے ملک میں نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور جن کا خواب و خیال بھی ان کو اپنے وطن میں نہ آیا تھا۔

الحمراء: غرناطہ میں نو محل تھے لیکن وسعت اور حسن میں ان سب کا سرتاج الحمراء تھا جو سیرا کی جبلی کوہ کی ایک چوٹی پر بنا ہوا تھا۔ اور شہر کی سطح سے پانچ سو فٹ اونچا تھا۔ اس کی فصیل کے مرغولوں اور مورچوں پر سفید رنگ تھا۔ پوری عمارت بڑی وسیع مربع شکل کی تھی۔ اس کے وسط میں اور ہر ایک گوشہ میں بہت بڑے بڑے صحن تھے۔ اور اس کے گرد دالان، مقصورہ اور غلام گردش وغیرہ تھے۔ اس میں دربار عام کی بھی عمارت تھی۔ جس میں تخت نشینی کے علاوہ اور بھی مراسم ادا کئے جاتے تھے۔ اس

کمرہ کا قبہ ساٹھ فٹ بلند تھا۔ اس کے فرش پر نیلے، سرخ اور سبز رنگ کی پچی کاری تھی۔ جس کے بیچ میں ہاتھی دانت اور سونے کا کام تھا۔ اس کی دیواروں پر شوخ رنگ کی زمین دے کر بہت خوبصورتی سے سونا چڑھایا گیا تھا۔ فرش سنگ مرمر کی بہت بڑی سلوں کا تھا۔ اور اس کے عین وسط میں نہایت خوبصورت حوض اور فوارہ تھا۔ دیواروں پر نقش و نگار نہایت نزاکت کے ساتھ بنائے گئے تھے۔ ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی ریشمی کپڑے پر ریشمی دھاگے اور کلابتوں کا کام ہے۔ قبے اس طرح بنائے گئے تھے کہ گویا آدھا انار ہے جس میں سے دانے نکال نکال کر پھینک دیے گئے ہیں اس حیرت انگیز عمارت پر کلام پاک کی آیتیں کھودی گئی تھیں۔ نقش و نگار قواعد ہندسی کے مطابق تھے۔ ایک حصہ کے پھول بوٹے دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔ عمارہ سے پھول بڑی خوبصورتی سے دکھائے گئے تھے۔ اس عمارت کے ایک کمرہ کے اندرونی حصہ کی تعمیر میں جو کمال دکھایا گیا تھا۔ اس کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ انسان کے ہاتھ یا دماغ کا نتیجہ ہے۔ بلکہ حقیقت میں کسی مافوق البشر کا بنایا ہوا ہے۔ دیواروں پر کشیدہ کار پردے اور چمڑے کی بنی ہوئی موٹی چیزیں لگی رہتیں۔ روشنی کے لئے جو کھڑکیاں تھیں ان میں مختلف رنگ کے شیشے تھے۔ جن پر شاہی طغرا سے علاوہ قرآن مجید کی آیتیں کندہ تھیں۔ اس عمارت میں قرآن کی آیتوں کے علاوہ کلمات حکمت، شعراء کی نظمیں۔ کہیں محرابوں کی پیشانیوں پر سلام علیک اور کہیں بارک اللہ لکھا تھا۔ کمروں میں نہایت لطیف ہوا حوضوں کے پانی سے سرد ہو کر پہنچا کرتی تھی۔ کمرہ میں پانی ہر وقت ٹپکتا رہتا۔ اور اچھلتا رہتا۔ وہاں بیٹھ کر یہ معلوم ہوتا کہ اس ملک میں گرمی بھی کبھی ہوتی ہے۔ موسم سرما میں انگیٹھیاں جلتی رہتی تھیں۔ زیادہ سردی ہوتی تو دھات کے گولوں میں ایک خاص ترکیب سے جلتے ہوئے کوئلے بھر کر فرش پر لڑھکا دیے جاتے تھے۔

الحمراء کی مسجد

یہ امیر محمد ثالث کی بنائی ہوئی تھی۔ اس پر تمام سلطانوں کا اتفاق تھا کہ وہ دنیائے اسلام کی نفیس ترین مسجدوں میں سے ایک تھی۔ اس کے ستون سنگ شب، عقیق، مرمر اور زبرجد خام کے تھے۔ محرابوں میں نہایت نازک جینی کا کام تھا، جگہ جگہ لاجورد اور سنگ سلیمانی کی تحریریں تھیں۔ ان کی کرسی خالص چاندی کی تھی۔ جس پر زخرفۃ العرب کا کام تھا۔ اسی ترکیب سے پھول بنے ہوئے تھے۔ چھت نیلے رنگ کی تھی۔ اس پر سنہرا کام تھا۔ اس میں سیپ، پیتل اور چاندی کی قندیلیں لٹکا رہتی تھیں ان پر گلابی رنگ کے ریشمی غلاف چڑھے رہتے۔ جن سے چھن کر جو روشنی نکلتی تھی وہ نہایت خوش آئند معلوم ہوتی تھی۔ اس کی چینی کی اینٹوں، کتبوں اور پچی کاری کے رنگوں کی موزونیت میں اندلس کے مسلمان صناعوں نے اپنی کاری گری کا پورا کمال صرف کر دیا تھا۔ (اخبار الاندلس۔ از ایس پی اسکاٹ۔ بترجمہ محمد خلیل الرحمٰن۔ ص ۵۲۸ - ۵۵۲)

اندلس میں عیسائیوں کے مظالم

مگر عیسائیوں نے اسپین کی مسلمان حکومت کو جس طرح ختم کیا اور وہاں کے مسلمانوں پر جو مظالم کئے اس کی تفصیل یورپین مؤرخوں ہی کی زبان سنیئے۔ اسٹینلے لین پول رقمطراز ہے: لڑائیوں میں بیس ہزار مسلمان مارے جا چکے تھے، پچاس ہزار رہ گئے تھے۔ جہاں ۱۴۹۲ء کی یاد میں تمام پیشواؤں کا یوم منایا جانا والا تھا۔ اس سال جو عیسائی پیشوا شہید ہوئے تھے۔ ان کی یاد میں ان بے چارے باقی ماندہ مسلمانوں سے انتقام لیا جانا والا تھا۔ بغاوت میں جو پکڑے گئے ان کو تو غلام بنا لیا گیا۔ بقیہ کو فوج کی نگرانی اور مکمل تحفظ میں پہاڑوں میں جلاوطن کر دیا گیا۔ بہت سے بدنصیب تو راستے ہی میں تھک کر اور ٹھنڈک سے راستہ ہی میں ہلاک ہو گئے۔ جو افریقہ پہنچے وہ بھیک مانگنے لگے۔ زمین کا کوئی ٹکڑا ان کو نہیں دیا گیا جس پر وہ کھیتی کرتے۔ وہ فرانس بھی پہنچے لیکن ان کی وہاں ان کی کوئی خاص پذیرائی نہیں ہوئی۔ اگرچہ ہنری چہارم کو اسپین کے خلاف سازش کرنے کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ یہ جلاوطنی ۱۶۱۰ء تک ختم نہیں ہوئی۔ اس وقت تک پانچ لاکھ مسلمان جلاوطن کر کے برباد کیے جا چکے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ غرناطہ کے سقوط کے بعد سترھویں صدی کے پہلے دس سال میں بیس لاکھ مسلمان جلاوطن کیے گئے۔

اسپین والے اپنی غلط قسم کی مآل اندیشی کی وجہ سے سمجھ نہیں رہے تھے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی جلاوطنی کی وجہ سے وہ خوش تھے۔ ان کے لئے یہ بہت ہی دلآویز اور رومانی واقعہ تھا۔ انہوں نے اس پر گیت لکھے۔ تصویریں بنائیں۔ اور اس کو حق بجانب قرار دیا لیکن ان کو معلوم نہ تھا کہ انہوں نے ایک زرخیز راج ہنس کو ہلاک کیا۔ صدیوں اسپین تمدن کا مرکز بنا رہا۔ یہ آرٹ، سائنس، علوم اور ہر قسم کے عمدہ ذوق اور روشن خیالی کا منبع تھا یہاں جو ترقی ہوئی یورپ کا کوئی ملک بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ فرڈی نینڈ آئی۔ سی۔ بیلا اور چالیس انجم کے زمانہ میں اسپین کو ترقی ہوئی لیکن مسلمانوں کے اندلس کے معیار پر نہیں پہنچ سکا۔ مسلمان وہاں سے جلاوطن کئے گئے۔ تو عیسائی اسپین چاند ضرور چمکا۔ لیکن اس کی روشنی مستعار تھی۔ پھر اس میں جو گرہن لگا۔ وہ برابر باقی ہے۔ (مورس ان اسپین۔ ص ۲۷۹)

اندلس میں عیسائیوں کی سفاکی، درندگی اور بہیمیت کی مزید کہانی ایک اور انگریز مؤرخ کی زبانی بھی سنیئے۔

"غرناطہ کے سقوط کے معنی ان تمام عربوں کی موت بھی جنہوں نے اسپین پر سات سو آٹھ سال (۷۱۱ء سے ۱۴۹۲ء) تک حکومت کی۔ فرڈی نینڈ سے معاہدہ تو ضرور ہو گیا تھا لیکن اس پر عمل کرنے کا اس کا مطلق ارادہ نہ تھا۔ اس نے غرناطہ پر قبضہ کر لیا۔ یہی اس کی زندگی کا مقصد تھا۔ وہ اپنی سیاسی زندگی میں اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ہر چیز کو قربان کر سکتا تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ عربوں کو مجبور کرے گا کہ وہ اپنے مذہب اور طرز زندگی کو ترک کر کے یہاں کے باشندوں میں ضم ہو جائیں وہ اپنے مذہبی قوانین میں اس طرح تبدیلی کرتا رہا کہ سارے مسلمان کیتھولک بن کر رہیں۔ پہلے اس نے یہودیوں کی خبر لی۔ انہوں نے اپنے مذہب چھوڑنے سے انکار کیا تو ان کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ ان کو سولی پر چڑھایا گیا۔ یہ اس لئے بھی کیا گیا کہ عرب اس سے سبق سیکھیں کہ انہوں نے اپنا مذہب چھوڑنے سے انکار کیا تو ان کے ساتھ بھی یہی سب کچھ کیا جائے گا۔ مسلمانوں پر عبادت کرنے کی پابندی عائد کی گئی۔ پھر وہ کھل کر اس اعلان کے ساتھ سامنے آ گیا کہ وہ مسلمان جو عیسائیت قبول نہ کریں وہ دربدر کر دیئے جائیں۔ غرناطہ میں کہرام مچ گیا۔ مگر کوئی سماعت نہیں ہوئی۔ مسلمان گرجا جاتے۔ عیسائیوں کی عبادت کرتے مگر گھر آ کر توبہ و استغفار کرتے۔ البوزارا اس کے پہاڑی قبیلہ والے

مسلمان ہونے سے انکار کرکے بغاوت پر آمادہ ہوئے تو فرڈی ننڈ ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا۔ ان کی سرزمین کو تباہ و برباد کیا۔ ان کی ساری جائیدادیں ضبط کرلیں اور ان کو جلاوطن ہو جانے کا حکم دیا۔ ویلن شیا کے مسلمانوں کی صنعت و حرفت کی وجہ سے ملک میں بڑی خوشحالی پیدا ہوگئی تھی۔ چارلس پنجم کے زمانہ تک ان کو برداشت کیا گیا۔ لیکن امراء ان مسلمانوں کو عیسائی مذہب قبول کرنے کے لئے مجبور کرتے۔ ۱۵۲۵ء میں سیویل کے آرک بشپ کی طرف سے یہ فرمان جاری ہوا کہ سارے مسلمان اپنے رسم و رواج، زبان اور پوشاک کے طرز کو ترک کردیں۔ ۱۵۴۵ء میں مسلمانوں نے فلپ دوم کو ایک بڑی رقم دے کر رعایتیں حاصل کیں۔ لیکن وہاں کے باشندوں کی مذہبی غیر رواداری انتہا کو پہنچ گئی۔ وہ مسلمانوں کو کہیں چین نہ لینے دیتے۔ وہ پہاڑوں میں جاکر چھپ جاتے تو وہاں بھی ان کا پیچھا کرتے اور عیسائی مذہب قبول کرنے پر مجبور کرتے۔ (دی ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ، ج ۸، حصہ دوم، ص ۲۸۸۸)

پھر ایک فرانسیسی مؤرخ موسیو لیبان کی الم داستان بھی سنیے۔ وہ اندلس میں مسلمانوں کے شاندار کارناموں کی بھی یاد دلاتا ہے اور عیسائیوں نے ان کو جس طرح برباد کیا اس کی المناکی بیان کرکے اپنے ناظرین کو رلانے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

"عربوں کی مستعدی علوم، فنون اور حرفت کی شاخوں پر چھائی ہوئی تھی۔ ان کی تعمیرات عام رومیوں سے کم نہ تھیں۔ سڑکیں، پل، مسافر خانے، شفاخانے اور مساجد ہر طرف بکثرت بن گئی تھیں۔ جس وقت رئیس الاساقفہ زی مینز نے اپنے وقت میں غرناطہ کی کل کتابوں کو جن کی تعداد اسی ہزار تھی جلوایا تو وہ یہ سمجھا کہ اس نے دشمنان مذہب عیسوی کی یادگار کو ہمیشہ کے لئے صفحہ تاریخ سے مٹا دیا۔ لیکن اسے یہ نہ معلوم تھا کہ ان تحریری یادگاروں کے علاوہ تمام ملک میں ایسی زبردست یادگاریں چھوڑ گئے ہیں جو ان کے نام کو ابدالآباد تک قائم رکھنے کے لئے کافی ہیں۔" (تمدن عرب ص ۲۵۷)

دارالخلافہ قرطبہ علوم، فنون، تجارت اور حرفت کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ موسیو لیبان کا بیان ہے کہ اس کا مقابلہ یورپ کا کوئی دارالسلطنت نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اس کو موسیو لیبان اپنے زمانہ میں دیکھنے گیا تو اس کے جو اثرات دیکھے ہوئے اس کو اس طرح قلم بند کرتا ہے۔

"یہ پرانا شہر اب بھی موجود ہے۔ لیکن موجودہ حالت میں تو اسے ایک مقبرہ کہنا چاہئے۔ مجھ پر بہت کم ایسے دردناک خیالات کا ہجوم ہوا۔ جیسا کہ اس کو دیکھ کر جہاں اس عظیم الشان ویرانہ میں کسی وقت دس لاکھ آدمی رہتے تھے، یہاں داخل ہوا۔ جہاں خاموشی کی حالت میں دیواروں ہی کے سایہ میں پھرتے پھرتے مجھے گھنٹوں گذر جاتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ عیسائیوں نے قرطبہ میں اسلامی ہلال کی جگہ صلیب قائم کرکے بڑی کامیابی حاصل کی۔ مگر جس شہر پر ہلال کا سایہ تھا وہ دنیا کے شہروں میں بہت ہی پررونق، خوبصورت اور آباد شہر تھا۔ برخلاف اس کے مسیحی صلیب آج کے دن اس اعلیٰ تمدن کے ویرانہ پر سایہ افگن ہے۔ جسے صلیب کے پوجنے والوں نے برباد کیا۔ مگر اس کی جگہ پر دوسرا تمدن نہ قائم کر سکے۔" (تمدن عرب ص ۲۵۷)

وہ مسجد قرطبہ کا بھی ذکر کرتا ہے کہ اس میں ایسی عجیب آرائشیں اور گل کاریاں تھیں کہ ہیکل سلیمانی کی وہ عمارت بھلا دی گئی تھی جس کو رومیوں نے برباد کیا تھا۔ اس کا مینار زمین سے اڑتالیس گز بلند تھا۔ اس کی چھت ایک ہزار ترانوے مختلف رنگ کے سنگ مرمری ستونوں پر قائم تھی۔ اس میں انیس گلیاں تھیں۔ اس کا جنوبی رو کار دریائے کادر کوئی ور (؟) وادی الکبیر کی جانب واقع تھا۔ اس میں انیس دروازے تھے۔ جن پر نہایت باریک کام کی ہوئی کانسے کی تختیاں جڑی ہوئی تھیں۔ بیچ کی تختیاں سونے کی تھیں۔ مشرقی اور مغربی رو کار میں اسی قسم کے نو دروازے تھے۔ مسجد کی چھت ستونوں پر قائم تھی۔ ان پر نہایت پرتکلف نقل ایسی محرابیں تھیں جو چھت زمین سے دس گز کے قریب بلند تھی۔ مسجد میں کہیں تاریکی نہ تھی۔ محرابوں کے پیچ اور تعمیر اور آرائشوں کی خاص ترتیب کی وجہ سے اس میں جو جدت پیدا ہوگئی تھی، وہ کہیں اور نہیں دکھائی دیتی تھی۔ اس کو عیسائیوں نے برباد کرکے وہاں اپنے کلیسے بنائے۔ دیواروں کی آرائشوں اور کتبوں پر چونے کی استرکاری کردی گئی۔ مسجد کے فرش کی پچی کاری کا کام برباد کردیا گیا۔ پرتکلف چھتوں کی کندہ کی ہوئی لکڑیاں اکھاڑ کر فروخت کردی گئیں۔ (تمدن عرب ص ۲۶۲-۶۳)

قرطبہ سے چند فرسخ پر طلسمی قصر زہرا تھا جس میں ہزار قسم کی گل کاریاں تھیں۔ سنگ مرمر کی استرکاری تھی۔ چھتوں میں سنہری اور زرنگاری رنگ آمیزیاں پیچ در پیچ تھیں۔ بعض دالانوں میں خوش نما فوارے تھے۔ ایک سنگ یشب کا حوض تھا جس کے اوپر سونے کا بنگلا بیٹھا دکھائی دیتا۔ اس میں دست کاری کا اعلیٰ فن دکھایا گیا تھا۔ اس کی چھت سے وہ مشہور موتی لٹکا رہتا جو شہنشاہ غربی نے عبدالرحمن کے لئے بطور تحفہ بھیجا تھا۔ یہاں سنگ سماق کا مشہور حوض تھا جس میں پارہ بھرا ہوا تھا اس پر آفتاب کی شعاعیں نہایت لطف کیسا تھ پڑا کرتی تھیں۔ یہاں ایک شاہی حمام بھی تھا۔ جس کے حوض سنگ مرمر کے تھے۔ اور اس میں انواع و اقسام کے ریشمی پردے اور سوتی قالین بچھے ہوتے تھے۔ جن میں کسی پر جانور بنے ہوتے اور درخت بنے ہوتے تھے۔ اور کسی پر جانور ایسی عمدگی سے بنے ہوتے تھے کہ اصلی معلوم ہوتے تھے۔ (تمدن عرب ص ۲۶۳)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
شاپ نمبر ایف ۔ ۹۱ ۔ صرافہ
میٹھادر کراچی۔ فون ۔ ۷۵۵۴۰۲ —

مملکتِ اسلامی میں غیر مسلموں کے حقوق اور

قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کی ضرورت

محمد شریف ہزاروی اسلام آباد

اسلام ایک معتدل مذہب ہے اسلام نے انسانیت کے حقوق کے تحفظ کا خاطر خواہ انتظام کیا ہے۔ اسلام جب کسی جگہ پر غلبہ اور تسلط حاصل کر لیتا ہے تو اپنے زیر تسلط اسلام سے برگشتہ غیر مسلم افراد کو حقوق زندگی سے محروم نہیں رکھتا بلکہ ان کے جائز حقوق شہریت اور حقوق معاشرت کا نہ صرف تحفظ کرتا ہے بلکہ ان کے ادائیگی کا ضامن بھی ہوتا ہے بخلاف دوسرے مذاہب و ادیان کے کہ وہ زیر نگیں افراد کو حقوق فراہم کرنے کے بجائے ان کی جان کو تہ تیغ اور مال کو لوٹنے کو اپنا فریضہ سمجھتا ہے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ مسلمانوں نے ہمیشہ غیر مسلم کے حقوق کا بھرپور تحفظ کیا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر غیر مسلم کو غلبہ حاصل ہوا تو انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ رواداری کو بھی جائز نہیں سمجھا۔

لیکن مسلمان اور غیر مسلم کے حقوق میں فرق ہے مسلمان کو مذہبی لحاظ سے جو حقوق حاصل ہیں ظاہر ہے کہ غیر مسلم کو وہ حقوق حاصل نہیں اگر غیر مسلم کو وہی حقوق دینی آزادی حاصل ہو جائے تو کبھی بھی ان کو اسلام کی طرف رغبت حاصل نہ ہوگی جب تمام حقوق میں مسلمان کے ساتھ برابر ہو اور مسلمان پر مذہبی لحاظ سے پابندیاں بھی عائد ہوں اور یہ ان پابندیوں سے مستثنیٰ بھی ہو تو یہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو پابندیوں کے بندشوں میں نہیں جکڑے گا اس لحاظ سے جیسے مسلمان پر اسلام کی وجہ سے کچھ پابندیاں ہیں اسی طرح اس کے کچھ تحفظات بھی ہیں۔

التشریع الجنائی میں عبدالقادر عودہ تحریر فرماتے ہیں کہ نصوص شرعیہ کے تطبیق میں مسلمان اور ذمی میں مساوات کی جائیگی وہ نصوص جن میں دونوں مساوی ہوں اور جن احکامات میں الگ ہیں ان میں مساوات نہ ہوگی اس لئے کہ ایسی حالت مسلمان اور غیر مسلم میں مساوات اور برابری غیر مسلموں پر ظلم ہے حاصل یہ کہ دو متساوی الحقوق افراد میں مساوات اور برابری عدل خالص ہے تو اس کے بالمقابل دو مختلف الحقوق افراد میں مساوات ظلم واضح ہے۔ (انتہی ملخصاً)

مثلاً شراب نوشی خنزیر کا گوشت کھانا مسلمان پر شریعت اسلامی نے حرام قرار دیا ہے اب عدل یہ ہے کہ امتناع شراب اور اکل لحم خنزیر کا حکم مسلمان پر نافذ ہوگا اگر غیر مسلم پر بھی یہ پابندی عائد کر دی تو یہ اس پر ظلم ہوگا۔

دار اسلام میں غیر مسلم پر پابندیاں

غیر مسلم مسلمانوں کے مملکت میں بطور ذمی کے رہائش پذیر ہو تو وہ مسلمانوں کی ریاست میں اپنا عبادت خانہ تعمیر نہیں کر سکتا۔ عبداللہ بن صالح۔ لیث بن سعد سے۔ وہ توبہ بن النمر الحضرمی قاضی مصر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا خصاء فی الاسلام ولا کنیسۃ یعنی اسلام میں خصی کرنے کی اجازت نہیں اور کنیسہ بنانے کی۔

اعلاء السنن: از کتاب الاموال بیہقی نے اسی روایت کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا اور ابن عدیؒ نے الکامل میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے۔

(۲) ابوالاسود بن لهیعہ سے وہ یزید بن ابی حبیب سے وہ ابوالخیر سے وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (لا کنیسۃ فی الاسلام ولا خصاء) کتاب الاموال ابوعبیدہ

(۳) ابن عدی حضرت عمرؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ لا یبنی کنیسۃ فی الاسلام ولا یجدد ما خرب منها التلخیص الحبیر یعنی اسلام میں کنیسہ کی تعمیر درست نہیں اور خراب ہونے کی صورت میں تجدید کی اجازت نہیں

(۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اهل عجم بیعہ غیر مسلموں کے عبادت خانے مسلمانوں کے شہروں میں تعمیر کر سکتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ جہاں پر شہر اہل عرب نے بنایا ہے وہاں پر غیر مسلموں (عجم) کو عبادت خانہ کی اجازت نہیں اس شہر میں وہ ناقوس بھی نہیں بجا سکتے اور علانیہ شراب نہیں پی سکتے اور خنزیر نہیں رکھ سکتے۔ اور جہاں پر شہر اہل عجم نے خود بنایا اور اہل عرب کو اللہ نے فتح نصیب فرمائی تو اہل عجم کے عہد میں جو کچھ تھا وہ رہے گا اہل عرب اس کے ایفا کے پابند ہوں گے ... اعلاء السنن۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی آبادی میں غیر مسلموں کو عبادت خانہ کی تعمیر کی گنجائش نہیں ہے محققین نے مسلمانوں کی بستیوں آبادیوں شہروں کی تقسیم تین طرح پر کی ہے۔

(۱) جس کو مسلمانوں نے بطور شہر کے آباد کیا ہو جیسے کوفہ۔ بصرہ۔ بغداد واسط وغیرہ اور پاکستان میں اسلام آباد یا اور نئے شہر۔ ایسی جگہوں میں نہ غیر مسلموں کو عبادت خانے کی اجازت ہے اور اس سے متعلق کسی مصالحت کی نہ شراب پینے کی اجازت ہے نہ خنزیر رکھنے کی نہ ناقوس بجانے کی۔

(۲) جو بلاد و امصار مسلمانوں نے زبردستی غلبہ سے حاصل کئے ہوں۔ ایسے شہروں میں غیر مسلموں کا نیا عبادت خانہ بالاجماع نہیں بن سکتا اور فتح حاصل کرتے وقت جو منہدم ہو گئے ہوں ان کو دوبارہ تعمیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کی دوبارہ تعمیر از سر نو تعمیر کے مانند ہے اور جو فتح کے وقت آباد ہوں بعد میں کچھ حصے منہدم ہو گئے ہوں ان کی تجدید درست ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بہت سے بلاد و امصار کو فتح کیا اور وہاں موجود کنائس کو اور ان کے بزرگوں کے خانقاہوں کو منہدم نہیں کیا۔ اس میں اصل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا فرمان ہے جو انہوں نے اپنے عمال کو لکھا کہ بیعہ (معبد یہود) کنیسہ (معبد نصاریٰ) اور آتش کدہ کو منہدم نہ کیا جائے۔

ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مکتوب بحوالہ حفص بن غیاث ابن عبداللہ اس طرح نقل فرمایا ہے کہ ہمارے پاس عمر بن عبدالعزیز کا مکتوب آیا کہ کنیسہ کو بیعہ کو آتش کدہ کو منہدم نہ کرو اور کنیسہ بیعہ آتش کدہ نیا بھی نہ بناؤ۔

(۳) وہ امصار و بلاد جو بذریعہ صلح فتح ہوئے اس کی دو صورتیں ہیں صورت ۱۔ مصالحت اس بنا پر ہوئی کہ زمین کی ملکیت تو انہی کی ہے ہم صرف خراج لیں گے اس صورت میں ان کو اپنے معابد تعمیر کرنے کی اجازت ہوگی۔

۲۔ اس بنا پر مصالحت ہوئی کہ دار تو ہمارا ہوگا اور ان سے جزیہ مطلوب ہوگا تو معابد سے متعلق جو بات طے پا گئی اس پر عمل کیا جائے گا اگر یہ قرار پایا کہ اہل ذمہ کو کنائس وغیرہ کی تعمیر کی اجازت ہوگی تو پھر تعمیر سے منع نہ کیا جائے گا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسی شرط پر صلح نہ کی جائے بلکہ مصالحت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرز پر ہونی چاہئے کہ ان کو کسی نئی چیز کے تعمیر سے منع کیا جائیگا۔ اور اگر صلح مطلقاً واقع ہوئی تو نئے کے تعمیر کی اجازت نہیں ہوگی اور پرانے سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ اور ناقوس بجانے شراب پینے خنزیر رکھنے سے منع کیا جائے گا۔ اعلاء السنن

تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ مملکت اسلامیہ میں غیر مسلموں کو معابد کی تعمیر کی اجازت نہیں دی جا سکتی لیکن یہ خیال رہے کہ یہ اجازت کا نہ ہونا یا اجازت نہ دینا ان کفار کے حق میں ہے کہ اسلام سے پہلے دغیر مسلم تھے ان کی حکومت تھی اور ان کا اقتدار ختم ہو کر وہ علاقہ مسلمانوں کے حصہ میں آگیا یا جبراً یا صلحاً۔ تو مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ لیکن مرتدین کے بارے میں یہ حکم قطعاً نہیں ہے بلکہ وہ یا تو اسلام کی طرف لوٹ کر آئیں گے یا قتل کر دیئے جائیں گے قادیانی چونکہ مرتدین عن الاسلام ہیں اس لئے ان کے ساتھ کوئی ایسی مصالحت درست نہیں اب ظاہر ہے کہ مرتد عن الاسلام کو اس دین پر نہیں چھوڑا جا سکتا جس نے اس کو اختیار کیا بلکہ تو یہ تائب یا قتل کر دیا جائے گا تو عبادت خانوں کی اجازت تعمیر نو کے لئے یا قدیمی معابد کو بحال چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا ایک مسئلہ یہ اہم ہے کہ قادیانیوں پر احکام مرتدین کا اصرار کر کے ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کے عبادت خانوں کو مسمار کیا جائے اور جو نئی پود مرزائیت پر ہی پیدا ہوئی ان کو ذمی قرار دیکر ان کے ساتھ ذمیوں والا معاملہ کیا جائے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کہ اہل ذمہ۔ مسلمانوں کا احترام بجالائیں گے اور مجالس میں ان کے آگے سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور لباس میں مسلمانوں کے ساتھ مشابہت نہیں کریں گے۔ یعنی مسلمانوں جیسی ٹوپیاں نہیں پہنیں گے۔ اور مسلمانوں جیسی جوتیاں نہیں پہنیں گے۔ اور سر میں مسلمانوں جیسی مانگ نہیں نکالیں گے۔ اور مسلمانوں کی طرح کنیت نہیں رکھیں گے اور گھوڑے پر زین ڈال کر سواری نہیں کیا کریں گے اور تلوار نہیں لٹکائیں گے اور اسلحہ نہیں رکھیں گے اور اپنی انگوٹھی پر عربی کا نقش نہیں بنائیں گے۔ اور شراب فروخت نہیں کریں گے۔

اور سر کا اگلا حصہ منڈائیں گے۔ اور ہر حال میں اپنی وضع قطع رکھیں گے اور کمر کے درمیان میں زنار باندھیں گے۔ اور کنیسوں پر صلیب نہیں لگائیں اور مسلمانوں کے گزرگاہوں پر صلیب اور کتبہ وغیرہ نہیں لگائیں گے۔ اور ناقوس کنیسہ کے اندر بجائیں مگر ہلکی ضرب کے ساتھ اور مسلمانوں کے راستوں میں غیر مسلم اپنے اموات کیساتھ آواز بلند نہیں کریں گے اور کسی اور علامت مثل آگ وغیرہ نہ لیجائیں گے۔ اعلاء السنن۔

حضرت اسماعیل بن عیاش سے روایت ہے کہ اہل جزیرہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ کو لکھا کہ ہم اپنے شہروں کو چھوڑ کر آپ سے امان طلب کرتے ہیں اپنے لئے اور اپنے اہل ملت کے لئے اس شرط پر کہ ہم "بیعہ" اور "کنیسہ" نہیں بنائیں گے۔ عابدوں کو رہائش گاہ نہیں بنائیں گے اور راہبوں کی کٹیا۔ اور جو خراب ہو جائیں ان کی تجدید نہیں کریں گے۔ اور دن رات جس وقت چاہیں مسلمان ہمارے کنائس میں آسکیں گے اور گزرنے والوں اور مسافروں کے لئے ہم کنائس کے ابواب کشادہ کریں گے اور ہم کنائس اور اپنے گھروں میں کسی جاسوس کو ٹھکانا نہیں دیں گے۔ اور کوئی بات مسلمانوں کے دھوکہ دہی کی ہم نہیں کریں گے۔ اور ناقوس ہلکے آواز کے ساتھ کنائس کے بالکل اندرونی حصہ میں بجائیں گے۔ اور کنائس پر صلیب نہیں لگائیں گے۔ جن کنائس میں مسلمان آجائیں ہم ان میں بلند آواز سے نماز اور قرآت نہیں کریں گے۔ اور مسلمانوں کے بازاروں میں صلیب اور اپنی کتابیں نہیں لگائیں گے۔ اور نماز استسقاء کے لئے نہیں نکلیں گے۔ اموات پر اپنی آوازیں بلند نہیں کریں گے اور اموات کیساتھ آگ نہیں لے جائیں گے۔ مسلمانوں کے بازاروں میں۔ اور مسلمانوں کی مجاورت ہم خنزیروں کے ساتھ نہیں کریں گے (یعنی مسلمانوں کے محلہ میں) اور شراب نہیں فروخت کریں گے۔ اور اپنے دین کی طرف کسی کو دعوت نہیں دیں گے۔ اور اپنے اقرباء کے راستہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے اگر ان میں سے کوئی اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہو۔ اور اپنی وضع قطع کو ہم لازم پکڑیں گے ہم جہاں کہیں بھی ہوں اور ہم مسلمانوں کے ساتھ ان کے لباس ٹوپیوں پگڑیوں جوتوں میں اور مانگ لگانے میں مشابہت نہیں کریں گے۔ اور نہ ان جیسی سواریاں استعمال کریں گے اور نہ ان جیسی گفتگو کا انداز اختیار کریں گے۔ اور نہ ان جیسی کنیت اختیار کریں گے۔ اور یہ کہ ہم اپنے سروں کے اگلے حصوں کو منڈوائیں گے (بطور علامت) اور کمر پر زنار باندھیں

گے (بطور علامت) اور اپنی انگوٹھیوں پر عربی کندہ نہیں کروائیں گے ۔ اور زین پر سوار نہیں ہوں گے اور ہم اسلحہ نہیں رکھیں گے اور تلوار نہیں لٹکائیں گے ۔ اور ہم مجالس میں مسلمانوں کا احترام بجالائیں گے اور ان کو راستہ بتائیں گے ۔ اور مجالس میں ان کے آگے اٹھیں گے جب وہ مجلس میں آئیں ۔ اور اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم نہ دیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی مسلمان کے ساتھ تجارت میں شریک نہیں مگر اس صورت میں کہ تجارتی کام مسلمان کا ہو ۔ اور ہر مسلمان مسافر کی ہم تین دن تک ضیافت کریں گے اور اپنے وسعت کے مطابق اس کو کھانا دیں گے ۔ یہ ضمانت ہم اپنی طرف سے اپنی اولاد کی طرف سے اور بیویوں کی طرف سے اور ہمارے پاس اگر رہنے والے آدمی کی طرف سے دیتے ہیں ۔

اگر ہم نے اس معاہدے میں کوئی تبدیلی کی یا مخالفت کی ان شروط کی جن پر ہم نے امان حاصل کیا ہے تو پھر ہمارا کوئی ذمہ نہیں اور عام اہل عناد کفار کے ساتھ جو سلوک آپ کرتے ہیں وہی آپ ہمارے ساتھ بھی کریں ۔

حضرت عبد الرحمٰن بن غنم ؓ نے یہ معاہدہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ انھوں نے شرائط مذکورہ کے ساتھ جو طلب کیا وہ ان کو دیدیا جائے ۔ صرف دو باتوں کا اضافہ کر دیں ۔ ایک یہ کہ اہل ذمہ ہمارے غلاموں کو نہیں خریدیں گے ۔ اور دوسرا یہ کہ کسی مسلمان کو اگر انھوں نے قصداً مارا پیٹا تو پھر ان کا عہد ختم سمجھا جائے گا ۔

حضرت عبد الرحمٰن بن غنم ؓ نے اس کو نافذ کیا اور اہل روم کو شام کی بستیوں میں ان شروط کے ساتھ رہنے دیا ۔

دلائل کی بنیاد پر تو ابھی بہت لکھا جا سکتا ہے اور بیان کیا جا سکتا ہے مگر بات سمجھنے کے لئے اتنا کچھ کافی ہے کہ ایک ملک میں جہاں مسلم اور غیر مسلم باہم رہتے ہوں تو دونوں کے حقوق الگ ہوتے ہیں اور امتیاز کے لئے علامات ضروری نہیں تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے اور ایک کے حقوق دوسرے استعمال نہ کر سکیں اور کسی ایک کی حیثیت سے دوسرا فائدہ نہ اٹھا سکے ۔ یہاں تک امتیاز ضروری قرار دیا گیا کہ غیر مسلم اپنے مکانات پر ایسے علامات لگائیں جس سے یہ غیر مسلم ظاہر ہوں اور کوئی مسلمان سائل ان کے

باقی صفحہ ۲۰ پر

اصحاب رسول اور فریضہ نماز

عبد الرحمان جامی

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ بازار میں تھے نماز کی تکبیر ہوئی دیکھا کہ اصحاب رسولؐ نے فوراً دکانیں بند کر دیں اور نماز میں داخل ہو گئے

انّ ربّک یعلم انّک تقوم ادنیٰ من ثلثی الّیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الّذین معک ۔ (سورۃ مزمل)

بیشک تیرا رب جانتا ہے تو کھڑا رہتا ہے قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور تہائی رات کے اور ایک جماعت ان لوگوں میں سے ہے جو تیرے ساتھ ہیں ۔

حالانکہ نماز میں یہ شغف ان پر فرض نہیں تھا بلکہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جب نماز میں مشغول پاتے تھے تو شوق اتباع رسولؐ میں یہ بھی اپنی راتوں کو اسی طرح گزارتے تھے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ روایت ہے کہ صحابہ کرام راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور بہت کم سوتے تھے ۔ (ابو داؤد)

رات کی نماز کے لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح کا نظم کر لیا تھا کہ انہوں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ۔ ایک حصہ میں خود نماز پڑھتے تھے ۔ دوسرے حصہ میں ان کی بیوی نماز پڑھتیں تیسرے حصہ میں ان کا غلام نماز پڑھتا اور باری باری ایک دوسرے کو جگاتے تھے ۔ (بخاری)

حضرت عثمان بن مظعون ؓ رات بھر نماز میں مصروف رہتے تھے جب رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو امت عفیفہ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ نے ان کو بلوایا جب وہ آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ عثمان تم کو میری سنت سے اعراض ہے حضرت عثمان بولے اللہ کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات نہیں ہے میں آپ کی سنت کا طالب ہوں تو آپ نے فرمایا کہ میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں ، روزہ بھی رکھتا ہوں ، افطار بھی کرتا ہوں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں ۔ عثمان اللہ کریم سے ڈرو ۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اس لیے تم روزہ بھی رکھو ۔ اور افطار بھی کرو ۔ نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو ۔ (ابو داؤد)

سعد بن ہشامؒ کی روایت ہے کہ ام المؤمنین صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات جب نازل ہوئیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رات کو اتنی دیر نماز پڑھتے تھے کہ ان کے پیر ورم کر جاتے تھے ۔ (ابو داؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب سورہ مزمل کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں تو اصحاب رسولؐ رمضان المبارک کی طرح تمام رات نماز میں گزار دیتے تھے ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو ۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو ۔ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو ۔ رات کو نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی ۔ (بخاری)

حضرت ابو درداءؓ صحابی بھی دن کو روزہ اور رات بھر نماز پڑھتے تھے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کے مواخاتی بھائی تھے ایک دن ان کے پاس مہمان ہوئے تو ان کی بی بی کو نہایت مبتذل حالت اور میلے کچیلے لباس میں دیکھا ۔ پوچھا تمہارا یہ کیا حال ہے جواب ملا کہ تمہارے بھائی ابو درداءؓ کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہے کھانے کے وقت حضرت ابو درداءؓ سے جب کہا گیا کہ کھاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں روزہ سے ہوں ۔ حضرت سلمان نے کہا کہ میں نہیں کھاؤں گا اس طرح ان کو کھلایا جب رات آئی تو حضرت ابو درداءؓ نے نماز پڑھنی چاہی حضرت سلمان ؓ نے کہا سوؤ ۔ اس پر حضرت ابو درداءؓ سو رہے ۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نماز پڑھنی چاہی پھر حضرت سلمان نے کہا سوؤ ۔ حضرت ابو درداءؓ پھر سو رہے ۔ جب

رات کا آخری حصہ آیا تو حضرت سلمان نے کہا، اب اٹھو پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم پر اللہ کریم کا بھی حق ہے تمہارے نفس کا بھی حق ہے تمہاری بیوی کا بھی حق ہے ہر ایک کو اس کا حق ادا کرو۔ حضرت ابودرداءؓ رضی اللہ عنہ جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اس واقعہ کو بیان کیا تو ہادی عالمؐ نے فرمایا کہ سلمانؓ نے سچ کہا (بخاری)

امت محمدیہ کے مسلّم امام اوّل و خلیفہ بلا فصل و راشد و برحق حقیقی جانشین رسول رفیق غار و مزار و دارالقرار سیدنا ابوبکر صدیق سلام اللہ و رضوانہ علیہم جب نماز پڑھتے تھے تو ان پر شدت سے رقت طاری ہو جاتی تھی اور قرأت پر اس کا اثر پڑتا تھا۔ اسی بنا پر جب مرض موت میں رحمت دو جہاں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں تو مادر امت سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو گریہ کی وجہ سے اس پر قابو نہیں پا سکیں گے لوگوں تک اپنی قرأت کی آواز نہ پہنچا سکیں۔ مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ امام اوّل خلیفہ بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہی سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (بخاری)

۔ عائشہ الصدیقہ الحمیرا سلام اللہ و رضوانہ علیہا کی روایت ہے کہ امام اوّل و خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی تھی اس میں وہ نماز اور قرآن کریم پڑھتے تھے۔ کافروں کے بچوں پر اور ان کی عورتوں پر اس کا اثر پڑتا تھا۔ اور وہ لوگ کھڑے ہو کر دیکھتے تھے سیدنا ابوبکرؓ کا شدت گریہ سے یہ حال ہو جاتا تھا کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے (بخاری)

حضرت عبداللہ بن شدادؓ کی روایت ہے کہ امام ثانی و خلیفہ [illegible] سیدنا عمر فاروق اعظم سلام اللہ و رضوانہ علیہ نماز میں اتنے زور سے روتے تھے کہ میں ان کے رونے کی آواز پچھلی صف میں سنتا تھا۔ (بخاری)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک رات تہجد کے لیے کھڑے ہوئے تو صرف ایک آیت کی تلاوت میں صبح کر دی اسی کو بار بار دہراتے تھے۔ (اسد الغابہ)

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب رکوع میں کھڑے ہوتے تو اتنی دیر کھڑے ہوتے کہ لوگ سمجھتے کہ وہ بھول گئے۔ اور دو سجدوں کے درمیان اتنی دیر لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ وہ بھول گئے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو متعدد سورتیں پڑھ ڈالتے تھے اور ان کی ربودگی کا یہ حال ہوتا تھا کہ اس طرح ہوتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ستون کھڑا ہے اور سجدے میں اتنی دیر رہتے تھے کہ حرام کے کبوتر ان کی پیٹھ پر آکر بیٹھ جاتے تھے بڑے سے بڑے المناک اور خونی واقعہ کا بھی اثر صحابہ کرام کی نماز پر نہیں پڑتا .... تھا اور وہ نماز میں اختلال کو راہ نہیں دیتے تھے۔ امیر المومنین خلیفہ راشد و عادل برحق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز شروع کی تھی۔ پیچھے اصحابِ رسولؐ کی صفیں قائم تھیں اسی حالت میں سیدنا عمر فاروق اعظمؓ پر خنجر کا وار کیا جاتا ہے پیٹ چاک ہو جاتا ہے۔ خون کا فوارہ جاری ہو جاتا ہے سیدنا فاروق اعظمؓ غش کھا کر گر پڑتے ہیں یہ سب آنکھوں کے سامنے ہو جاتا ہے مگر نماز میں اختلال نہیں آتا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ آگے بڑھ کر نماز پوری کرتے ہیں اس کے بعد حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لایا جاتا ہے۔ (بخاری)

عبداللہ بن ابی بکرؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے تو آپ کے سامنے ایک چڑیا اڑی اور نکلنے کے لیے بار بار ادھر ادھر اڑنے لگی اس نے حضرت ابوطلحہؓ کو متوجہ کر لیا اور وہ کچھ دیر تک دیکھتے رہے پھر نماز کا خیال ہوا تو ان کو یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں دل میں کہا کہ اس باغ نے مجھ کو فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ یعنی نماز کے اندر غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور خضوع خشوع جاتا رہا۔ اس کے بعد رحمت دو عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی نماز کا واقعہ بیان کیا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ باغ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے آپ اس کو جہاں چاہیں صرف فرمائیں ایک دوسرے انصاریؓ کا بھی اسی طرح کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے باغ میں مشغول تھے کھجور کا موسم تھا۔ کھجوریں پک کر لٹک رہی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھلوں کے طوق شاخوں کے گلے میں پڑے ہوئے ہیں۔ نظر جو اس طرف چلی گئی تو اس نے متوجہ کر لیا۔ پھر جب نماز کا خیال ہوا تو یاد نہیں رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ دل میں خیال آیا کہ اسی مال نے مجھ کو فتنہ میں مبتلا کر دیا یعنی نماز میں غیر اللہ کی طرف توجہ ہو گئی اور انابت الی اللہ اور دربار الٰہی کی حضوری کا ادب جاتا رہا۔ سیدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ سلام اللہ و رضوانہ علیہ جو اس وقت خلیفہ تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کو بیان کر کے کہا کہ یہ باغ صدقہ ہے آپ اس کو اللہ کی راہ میں صرف فرمائیے امام الشہداء سیدنا عثمان ذوالنورینؓ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے لیے پچاس ہزار میں فروخت کر دیا۔ (موطا امام مالک)

اصحابِ رسولؐ کے ذوق و شوق اور نماز کے ساتھ دل کے لگاؤ کا یہ حال تھا کہ وہ نماز میں طویل قرأت کر کے بھی سیر نہیں ہوتے تھے خلیفہ اوّل بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیقؓ صبح کی نماز میں پوری سورۃ بقرہ پڑھ دیتے تھے۔ (موطا عن عروہ)

امام ثانی و خلیفہ راشد و برحق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں دونوں رکعتوں میں کبھی سورۃ یوسف اور سورۃ نحل پڑھتے تھے اور کبھی سورۃ یوسف اور حج پڑھتے تھے کبھی ایک رکعت میں سورۃ کہف اور ایک رکعت میں سورۃ یونس پڑھتے اور کبھی سورۃ ہود اور سورۃ بنی اسرائیل پڑھتے تھے امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی اکثر سورۃ یوسف پڑھتے تھے۔ (شرح سفر السعادات مولانا عبدالحق محدث دہلوی)

اصحابِ رسولؐ کو نماز سے ذوق و شوق کا یہ حال تھا کہ جب سواری سے اتر کر نوافل پڑھنے کا موقع نہ ہوتا تھا تو سواری پر ہی نماز پڑھتے جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سفر میں تھے وہاں دونوں بزرگوں نے سواری کے اوپر بیٹھے بیٹھے نفل نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ خاتم الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے (مسلم) خاتم النبیینؐ معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات گھر سے نکلے تو دیکھا کہ امام الصحابہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ پست آواز سے تہجد کی نماز پڑھ رہے ہیں آگے بڑھے تو داماد سیدنا علی المرتضیٰؓ مراد نبی سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کو دیکھا کہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے ہیں سیدنا ابوبکرؓ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اس کی وجہ پوچھی امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ میں جس سے سرگوشی کر رہا تھا۔ اس کو تو سنا رہا تھا تو آپ نے فرمایا ذرا زور سے پڑھا کرو خلیفہ ثانی محدث الامت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ سے وجہ پوچھی گئی۔ تو آپ نے کہا کہ میں سونے والوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو دھتکار رہا تھا۔ (ترمذی)

نماز میں انابت الی اللہ یکسوئی۔ استغراق کامل یہ رفقائے رسولؐ کی خصوصیت میں داخل تھے حضرت سیار رضی اللہ عنہ کی

روایت ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں ایک منزل میں معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اتر پڑے اور فرمایا کہ آج ہم لوگوں کا کون حفاظت کرے گا۔ پس کہ ایک شخص مہاجرین سے اور ایک شخص انصار سے نکل کر اپنے آپ کو خدمت کے لیے پیش کیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ایک پہاڑی کے درہ پر پہرہ دینے کے لیے حکم فرمایا دونوں جب وہاں پہنچے تو مہاجر سو رہے اور انصاری نماز میں مشغول ہو گئے۔ دشمن جو گھات میں لگا ہوا تھا۔ اس نے لگاتار تاک کر تین تیر اس طرح مارے کہ ان کے بدن میں پیوست ہو گئے خون جاری ہو گیا۔ مگر اپنے ساتھی کو نہیں جگایا۔ جب نماز ختم کر لی تب اپنے ساتھی کو جگایا۔ مہاجر نے کہا۔ سبحان اللہ پہلے تیر پر تم نے کیوں نہیں مجھ کو بیدار کیا۔ انصاری نے کہا کہ میں ایسی سورت پڑھ رہا تھا کہ اس کو ختم کیے بغیر توڑ دینا پسند نہ آیا۔ (ابوداؤد)

مجاہد کی روایت ہے کہ امام الصحابہ خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت نماز میں خشوع کی وجہ سے ایسی ہو جاتی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ بے حس و حرکت ایک لکڑی کھڑی ہے (تاریخ الخلفاء)

بہز بن حکیم کی روایت ہے کہ زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ بصرہ کے قاضی تھے اور بنی قشیر کی مسجد میں امام کی خدمت انجام دیتے تھے۔ ایک دن صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی۔ فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر۔ جس دن صور پھونکا جائے گا۔ وہ دن بہت سخت ہو گا تو دہشت کی وجہ سے روح پرواز کر گئی اور بے جان ہو کر گر پڑے (ترمذی)

سعید بن مسیّب کی روایت ہے کہ مراد نبی داماد علی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تہجد کی نماز آدھی رات کو پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ (ابن سعد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں تو اصحاب رسول رمضان المبارک کی طرح رات بھر نماز میں مشغول رہتے تھے۔ سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک مصلّی پر بیٹھے رہتے تھے۔ دن چڑھے صلوٰۃ ضحیٰ پڑھ کر امہات المومنین کے پاس سلام کرنے کو جاتے تھے پھر گھر ہو کر مسجد چلے آتے تھے (ابن عساکر)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کفار قریش۔ جب سولی پر چڑھانے کے لیے سولی کے نیچے لائے اور پوچھا کہ خبیب رضی اللہ عنہ کوئی تمنا ہے تو تختہ دار کے نیچے بھی جس تمنا کا اظہار کیا وہ نماز تھی۔ کفار نے موقع دیا آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور پڑھ کر فرمایا اگر تم یہ خیال نہ کرتے کہ موت کے ڈر سے نماز میں دیر کر رہا ہے تو میں اس سے زیادہ دیر تک نماز پڑھتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ خلیفہ ثانی مراد نبی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب نماز میں زخمی کیا گیا اور آپ مسجد سے گھر اٹھا کر لائے گئے۔ تو آپ کو اس وقت ہوش نہیں تھا جب ہوش آیا تو آپ نے پوچھا کہ لوگوں نے نماز ادا کی میں نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ لا اسلام لمن ترک الصلوٰۃ۔ (کنز العمال)

اس حالت میں کہ آپ کے زخم سے خون جاری تھا اور آپ نے نماز پڑھی تھی یہ بھی فرمایا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ لاحظ لمن لا صلوٰۃ لہ ' ایسے شخص کی زندگی کے لیے کوئی لطف نہ رہا جو نماز سے عاجز ہو گیا (کنز العمال)

ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے جس لباس میں زخمی کیے گئے اسی لباس میں تین وقت کی نماز ادا فرمائی۔

سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آدھی رات کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مسجد میں دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور چونکہ وہ قحط کا سال تھا آپ یہ دعا مانگ رہے اور بار بار دوہرا رہے تھے۔ اے میرے اللہ قحط سے ہم لوگوں کو ہلاک نہ فرما اور اس بلا کو ہم سے دور کر دے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ راوی فرماتے ہیں کہ جماعت شروع ہو گئی تھی اور ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے کہ ایک مسلمان ایک منافق کے پاس سے گزرا تو اس نے ٹوکا کہ ہادی عالم نماز میں ہیں اور تم بیٹھے ہوئے ہو۔ اس نے کہا کہ تم کو کام ہے تو تم اپنے کام کو جاؤ اس نے کہا کہ ابھی ایک ایسے آدمی تم پر گزریں گے جو تمہارے فعل پر باز پرس کریں گے۔ اتنے میں خلیفہ راشد سیدنا عمر گزرے آپ نے ان کو دیکھ کر ٹوکا کہ خاتم النبیین ﷺ نماز میں ہیں اور تو بیٹھا ہے اس نے وہی بات کہہ دی جو پہلے شخص کو کہہ چکا تھا۔ یہ سننا تھا کہ امام عدل و حریت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو اتنا مارا کہ لہولہان ہو گیا پھر آپ مسجد میں آ کر نماز میں شریک ہو گئے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے رحمت کا مُتاث سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کی گردن کیوں نہیں مار دی یہ سننا تھا کہ امام عدل و حریت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بڑھے پھر آپ نے ان کو واپس بلا لیا۔

(کنز العمال)

صاحب استعداد نبوت محدث الامت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں خاص اہتمام فرماتے تھے مسجد نبوی میں قندیلیں روشن کی جاتی تھیں۔

ایک دفعہ قاضی امت داماد نبی امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر اس کا خاص اثر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ نور اللہ علی قبر عمر کما نور علینا مساجدنا۔ اے اللہ کریم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو نور سے بھر دے جیسا انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا۔ (کنز العمال)

عبداللہ بن سائب فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو عشا کی نماز میں کسی وجہ سے تاخیر ہو گئی تو ہم نے نماز شروع کر دی آپ میرے پیچھے نماز میں شریک ہو گئے میں سورۂ ذاریات پڑھ رہا تھا جب آیۃ کریمہ پر پہنچا و فی السماء رزقکم وما توعدون۔ تو بے اختیار ان کی زبان سے انا اشھد میں اس پر گواہی دیتا ہوں۔ اتنے زور سے نکلا کہ مسجد گونج اٹھی

امام رابع و خلیفہ راشد برحق قتیل تیغ خوارج عم زاد و داماد رسول سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تو اس شان سے نکلے کہ تلوار کو گردن میں حمائل کر لیا۔ اور کمان کو مونڈھے پر لٹکا لیا اور تیروں کو ہاتھ میں لے لیا اور بیت اللہ تشریف لائے۔ وہاں سرداران قریش خانہ کعبہ کے سامنے اپنا دربار جمائے بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلے تو سات پھیرے طواف کے کئے پھر دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد ایک ایک کر کے سب کے حلقے کے پاس آئے اور فرمایا۔ جو چاہتا ہو کہ اس کی ماں اس کو روئے اور اس کا بچہ یتیم ہو جائے۔ اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے تو اس وادی میں جو مسجد حرام کے دروازہ سے باہر متصل ہی تھی۔ ہم سے مقابلہ کرے لیکن کسی شخص نے آپ کا پیچھا نہیں کیا یعنی اصحاب رسول خطرہ کے وقت میں بھی نماز سے نہیں رکتے تھے۔

امیر المومنین قاضی امت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ جب نماز کا وقت آتا تو آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیفیت کیوں طاری ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس امانت کے اٹھانے کا وقت آ گیا جو اللہ کریم کی جناب سے جب آسمانوں اور زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کی گئی۔ تو اس کے بوجھ اٹھانے سے سب ڈر گئے۔ اور انکار کر دیا۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ خلیفہ اول بلا فصل سیدنا

باقی صفحہ ۲۷ پر

محمود آباد آپریشن

کوئی چند دن کیا گذرے ہوں گے کہ ہمارے محترم رفیق اور ہفت روزہ ختم نبوت کے سابق کیلی گرافسٹ جناب حافظ عبدالستار واحدی کی ہمارے دفتر آمد ہوئی یوں تو حافظ صاحب کی آمد آمد رہتی ہی ہے لیکن اس آمد میں اور سابقہ آمدوں میں ذرا فرق تھا۔ اور فرق یہ تھا کہ پہلے تو صرف حافظ صاحب ہی کی آمد ہوا کرتی اور اس دفعہ حافظ صاحب کے ساتھ مرزائیت سے متعلق ایک کیس اور انکشاف کی بھی آمد تھی۔

کیس یہ تھا کہ کراچی شہر کے علاقہ محمود آباد نمبرہ کی گلی نمبر ۲۵ بی میں شیخ کوچنگ سینٹر کے نام سے مرزائیوں نے ایک تبلیغی مرکز قائم کر رکھا تھا جہاں مسلمان نوجوانوں کی رگوں میں گرم خون کے ساتھ دوڑنے والا ایمان داؤ پر لگا ہوا تھا اور مزید اطلاع یہ تھی کہ آئندہ جمعرات یعنی ۱۴ مئی کو شام سات بجے مرزا طاہر کی تقریب کی ویڈیو دکھانے کا پروگرام ہے چنانچہ صورتحال کی نزاکت کو پیش نظر رکھ کر اس پروگرام سے متعلق بھرپور کارروائی کا فیصلہ کیا گیا اور پھر جب جمعرات کا دن آپہنچا تو اسی دن صبح مولانا خان محمد ربانی صاحب اس کوچنگ سینٹر میں پڑھنے والے دو نوجوانوں کے ہمراہ تشریف لائے جنہیں مطلع کر دیا گیا کہ آج شام محمود آباد میں کارروائی ہوگی پھر سہ پہر کو محمود آباد ہی میں ایک خفیہ میٹنگ ہوئی جس میں مجلس کے مولانا محمد انور فاروقی اور محترم انور رانا صاحب کے علاوہ مولانا عبدالقیوم نعمان قاری اللہ داد اور دیگر مقامی احباب شریک ہوئے اس میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ مرزائیت کی تبلیغ قانونی طور پر جرم ہے لہذا پولیس کو اطلاع دے کر چھاپہ پڑوا کر مجرموں کو پکڑوایا جائے اس میٹنگ کے بعد محترم انور صاحب دفتر تشریف لائے اور دفتر میں موجود راقم الحروف محترم عمران ذکی صاحب اور جناب مشکور صاحب کو جنہیں صبح ہی سے ریڈ الرٹ دے دیا گیا تھا روانگی کے لئے کہا۔ اس صبح نو دس بجے ختد آدم فون پر مجلس کے صوبہ سندھ کے کنوینر حضرت علامہ احمد میاں حمادی صاحب سے بھی کراچی پہنچنے کی درخواست کی گئی تھی تاکہ وہ اپنے وسیع تجربے کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں اور الحمدللہ مولانا تشریف لا چکے تھے مغرب سے کچھ قبل اور مغرب کی نماز کے فوراً بعد پھر میٹنگ ہوئی اس میٹنگ میں طے کیا گیا کہ جونہی کوچنگ سینٹر میں فلم شروع ہو تو وہاں سے ایک طالب علم جس کو پہلے سے تیار کر لیا گیا تھا وہ کسی بہانے باہر آکر باہر موجود ہمارے آدمی کو اطلاع دے گا اور ہمارا وہ آدمی ہمیں رپورٹ دے گا جس پر پولیس کو اطلاع دے کر چھاپہ مروایا جائے گا جب نماز عشاء کا وقفہ ہوا تو متعلقہ کوچنگ سینٹر سے دو طالب علم آئے خبر دی کہ ویڈیو کا پروگرام آج نہیں ہے البتہ مربی آئے ہوئے ہیں اور مذاکرہ ہو رہا ہے اس اطلاع کے بعد فوری فیصلہ کیا گیا کہ مولانا محمد انور فاروقی راقم الحروف محترم محمد عمران صاحب اور محترم مشکور صاحب کوچنگ سینٹر جا کر ان مربیوں کے ساتھ براہ راست ان کے کفریہ عقائد پر گفتگو کرتے ہوئے جاء الحق و زھق الباطل کی عملی تفسیر کا اہتمام کریں۔ چنانچہ چار افراد پر مشتمل ہمارا گروپ شیخ کوچنگ سینٹر جا پہنچا، ایک دیوار کے ساتھ قطار میں صوفہ سیٹ لگے ہوئے تھے جس پر تین افراد بیٹھے ہوئے تھے جن میں درمیان میں بیٹھا ہوا شخص علامات سے مرزائی مربی لگ رہا تھا مگر وضع قطع سے وہ مکمل نزاکت علی معلوم ہوتا تھا صوفوں کے سامنے فرش پر بچھی ہوئی دری پر ہم بھی طلباء کے ساتھ بیٹھ گئے ہمارے آتے ہی میں نے محسوس کیا کہ صوفے پر درمیان میں بیٹھے ہوئے مربی کے چہرے پر بہت معمولی سا تغیر آیا مگر اس نے کمال ہوشیاری سے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

پریس کانفرنس

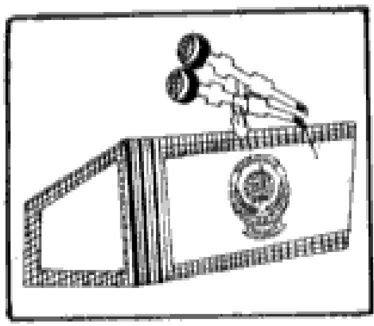

رعایت اللہ فاروقی

اس مجلس میں مرزائی مربیوں کے ساتھ مولانا محمد انور فاروقی اور گروپ کے دیگر ارکان کی تفصیل گفتگو ہوئی۔

گفتگو کے آخر میں انہوں نے اپنے روایتی دجل و فریب سے کام لیتے ہوئے کہا کہ آپ کی گفتگو سے ہم متاثر ہوئے ہفتے کے دن ہم آپ کے پاس آئیں گے آپ ہمیں مرزا کی کتابوں میں مذکورہ حوالے دکھائیے گا اسی دوران اصل مناظر مظہر مجلس سے بھاگ گیا مجلس کے بعد وہاں سے جب واپس ہونے لگے تو وہاں کے طلباء نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور انہوں نے بتایا کہ اگر آپ ہفتہ دو تک نہ آتے تو کوئی بعید نہ تھا کہ ہم ان کی گفتگو سے متاثر ہو کر اسلام چھوڑ جاتے آپ نے اچھا کیا کہ آئے اور ہم میں سے بہت سوں کے ایمان بچ گئے۔

بہرکیف ہمارا گروپ تو واپس آ گیا مگر وہ دن جائے اور یہ آئے کہ ان مرزائیوں میں سے کوئی نہیں آیا یعنی اپنی روایتی دھوکہ بازی کا مظاہرہ کرکے جان چھڑا گئے۔

کیا مرزا قادیانی لعہ مامور من اللہ تھا

خلیل الرحمن قادری

مرزا قادیانی کو اپنی مزعومہ ماموریت کا مزعومہ الہام ۱۸۸۲ء میں ہوا جس کو انہوں نے براہین احمدیہ میں یوں درج کیا۔ قل انی امرت وانا اول المومنین (حصہ سوم پہلی فصل حاشیہ در حاشیہ ۔ ۱۳۸، ۲۳۹، ۱۵۴ بیان پر صرف عربی متن لکھا ہے لیکن براہین احمدیہ حصہ پنجم باب دوسرا ۔۔ پر اس کے معنے یوں لکھے ہیں۔ "ان لوگوں کو کہہ دے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں اور میں وہ ہوں جو سب سے پہلے ایمان لایا۔ اسی مزعومہ الہام کا ترجمہ حقیقۃ الوحی کے ۔۔ پر یوں لکھا ہے۔" کہہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔

سب سے پہلے قابل غور امر یہ ہے کہ کوئی مصنف اپنی تصنیف میں حاشیہ میں اپنے خیال مابعد کا ہی اظہار کرتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کتاب لکھتے وقت اگر کوئی جملہ سہواً لکھنے سے رہ جاتا ہے تو نظر ثانی کے وقت یا بعد میں اس جملہ کو حاشیہ میں لکھ دیتا ہے لیکن مرزا قادیانی کے زیادہ تر مزعومہ الہامات تو حاشیہ در حاشیہ میں درج کیے گئے ہیں جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ مرزا کو اپنے مزعومہ الہامات کو اپنی اس تصنیف میں شامل کرنے کا خیال یقیناً بہت بعد کا ہے اور مرزا کے پاس نہ اس وقت مزعومہ الہامات کا کوئی ذخیرہ تھا ورنہ وہ کتاب کے متن میں ہی لکھ دیے جاتے کیونکہ الہامات بھولنے کے لیے نہیں ہوتے۔ نہ کہ حاشیہ در حاشیہ میں لکھنے کی ضرورت ہوتی۔

مرزا کے مزعومہ الہام کا ترجمہ" اور میں وہ ہوں جو سب سے پہلے ایمان لایا" اور "اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں" غور طلب ہے کیونکہ مرزا تو ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور بقول مرزا کے ان کے پردادا مرزا گل محمد صاحب دن کے وقت ایک پرہیبت بہادر اور رات کے وقت ایک باکمال عابد تھے اور معمور الاوقات اور متشرع تھے اور ان کے زمانے میں قادیان میں وہ نور اسلام چمک رہا تھا کہ اردگرد کے مسلمان اس قصبہ کو مکہ کہتے تھے (ازالہ اوہام ۵۰، ۱۳۰، ۲۱۷) تو پھر تو مرزا صاحب خود ایمان والے ہی ہوئے دریں حالات اللہ عزوجل کا ان سے بندوں کو یہ حکماً کہلوانا "میں وہ ہوں جو سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں" کہاں تک جائز اور قرین مصلحت ہو سکتا تھا۔

قرآن حکیم میں آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی نوع کی وحیاں نازل ہوئی ہیں لیکن وہ بالکل حقیقت پر مبنی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کفار مکہ کی حالت متفقہ طور پر ایسی تھی کہ وہاں نہ تو اسلام کا تخیل تھا اور نہ ہی ایمان کا ذکر جس کی تصدیق مرزا کے قول سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ "یہ بات کسی سمجھدار پر مخفی نہ ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد بوم ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جس کو عرب کہتے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ہمیشہ بے تعلق رہ کر گویا ایک گوشۂ تنہائی میں پڑا رہا ہے اس ملک کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندوں کی طرح زندگی بسر کرنا، اور دین اور ایمان اور حق تعالیٰ اور حق العباد سے بے خبر محض ہونا اور سینکڑوں برسوں سے بت پرستی و دیگر ناپاک خیالات میں ڈوبے چلے جانا، ایک ایسا واقعہ مشہورہ ہے کہ کوئی متعصب مخالف بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ (سرمہ چشم آریہ ۱۶، ۱۲۸، ۲۱۶)۔

مندرجہ بالا حالات میں آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انا اول المومنین کہنے کا حکم دیا جانا بالکل مضحکہ خیز ہے اور ساتھ ہی ساتھ ذات باری تعالیٰ پر ایک حملہ ہے کیونکہ مرزا سے قبل نامعلوم کتنے مومنین گزر چکے ہوں گے جن کا علم اللہ عزوجل کو ہے صاف نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی پر کوئی الہام منجانب اللہ عزوجل نہیں ہوا بلکہ یہ تمام تر ان کے اپنے دماغ کی گونج تھی جس کو انہوں نے حسب عادت الہام بنا کر پیش کر دیا اور مشتہر بھی کر دیا۔

مزید برآں مامور من اللہ کا فرض اولین یہ ہوتا ہے کہ جو احکام منجانب اللہ اس پر نازل ہوں ان سب کو وہ اسی وقت بلا پس و پیش اور بلا کسی خوف و خطر کے بجنسہٖ اپنی قوم کو پہنچا دے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے پر قرآن حکیم میں سخت تنبیہ آئی ہے۔ "اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے (پ۴ س۳ آیت ۱۶۱) اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں۔" (پ۶ س۵ آیت ۴۴) اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ ظالم ہیں (پ۶ س۵ آیت ۴۵) "اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے رسالت کی تبلیغ بالکل نہیں کی۔ (پ۶ س۵ آیت ۶۷) "اور آپ چلیے جو آپ پر وحی ہوتی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ حکم فرمائے" (پ۱۱ س۱۰ آیت ۱۰۹) "اور آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلیے" (پ۲۱ س۳۳ آیت ۲)۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ لکھنے سے صرف یہی مقصد ہے کہ قارئین کرام کو وحی الٰہی بقیہ لوگوں تک پہنچانے کی اہمیت بالکل واضح طور پر معلوم ہو جائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا

نفس اس لازمی امر کی پابندی کس حد تک کی ہے۔ مرزا کے عیسیٰ ابن مریم ہونے کے دعوے میں مزعومہ الہامات میں یاعیسیٰ انی متوفیک ثلۃ من الاخرین (براہین حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ ص۳ ۳۰۳، ۵۵۶، ۳۶۹ سن ۱۸۸۴ء) الحمد للہ الذی جعلک المسیح ابن مریم۔ (تذکرہ الہام ص۱۶۳ ص۱۲۹ ۱۸۹۱ء) "اس خدا کی تعریف ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا (حقیقۃ الوحی ص۷۲ سن ۱۹۰۷ء)

مرزا قادیانی نے ۱۸۹۰ء میں اپنے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ اس امر کا مزعومہ الہام ۱۸۸۴ء کی تصنیف میں لکھا گیا ہے جس سے بالکل واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ مرزا نے اپنے اس مزعومہ الہام کو ایک عرصہ دراز تک چھپائے رکھا جس کی بابت خود ان کے الفاظ میں پڑھ لیجئے۔ ہاں براہین احمدیہ میں اس بات کا الہامی طور پر کچھ فیصلہ نہیں کیا گیا۔ کہ حضرت مسیح ابن مریم کے نزول کے جو لوگ منتظر ہیں کہ وہی مسیح بہشت سے نکل کر فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اتریں گے اس کی حقیقت کیا ہے بلکہ میں نے براہین احمدیہ میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں (ازالہ اوہام ص۱۹۷، ۲۴۳ - ۲۴۰ ۱۸۹۱ء) -

"براہین احمدیہ میں الہامی طور پر فیصلہ" کی بابت بھی خود ان کے الفاظ پڑھ لیجئے: "تب خداتعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے پھر اس زمانے میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ص۲۴۱ میں میرے مسیح ہونے کی طرف صریح اشارہ ہے۔ اس لیے یہ الہام جو براہین احمدیہ میں ہے۔ جس پر اب بیس برس گزر گئے۔ مجھے مسیح موعود ٹھہراتا ہے اور براہین احمدیہ کے صفحہ ص۵۵۶ میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا (تریاق القلوب ص۱۳۶ - ۱۸۹۹ء) خداتعالیٰ کا پاک کلام جو میری کتاب براہین احمدیہ کے بعض مقامات میں لکھا گیا ہے اس میں خداتعالیٰ نے بتصریح ذکر کردیا ہے کہ کس طرح اس نے مجھے عیسیٰ ابن مریم ٹھہرایا (حقیقۃ الوحی ص۷۲ سن ۱۹۰۷ء) -

"میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور باوجود اس بات کے کہ خداتعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کردیں اور یہ بھی فرما دیا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا اس زمانہ اور اس وقت کے لیے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۴ ۱۹۰۵ء)

"اس بات کو توجہ کرکے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں اس تناقض کا یہی سبب تھا کہ اگرچہ خداتعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمادیا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اس کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن اس کے بعد اس کے بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کرکے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کرکے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی امت میں سے آئے گا اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لیے مجبور کردیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں (حقیقۃ الوحی ص۱۲۸ - ۱۲۹ ۱۹۰۷ء)

مندرجہ بالا اقتباسات سے بالکل واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ مرزا صاحب نے اپنے مزعومہ الہامات پر بالکل یقین نہیں کیا اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جس کو ان کے خدا نے غلط اور فاسد قرار دے دیا تھا اور بعد میں صدہا نشانوں آسمانی شہادتوں قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ کے سہارے اپنے آپ کو مسیح موعود ماننے اور اس بات کا اعلان کرنے کا جواز قائم کیا۔ کیا یہ بات ایک مامور من اللہ کے شایانِ شان ہے اور کیا اس کو اپنے اوپر نازل شدہ الہام پر کفایت نہ کرکے اس کی تصدیق کے لیے کسی مزید نشان، شہادت دلیل یا ثبوت کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ قارئین کرام کی توجہ دوسرے مضمون کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے۔

مرزا کا ایک مزعومہ الہام ہے: 'دنیا میں ایک نذیر آیا' براہین چہارم حاشیہ در حاشیہ ص۴ ۳۰۳، ۵۵۷، ۳۶۹ ۱۸۸۴ء) اور (ازالہ اوہام ۲۳۰، ۶۳۲، ۳۰۵، ۱۸۹۱ء "دنیا میں ایک نذیر آیا" اس کی دوسری قرات ہے "دنیا میں ایک نبی آیا" (ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱) جو کہ عام طور پر مرزا صاحب کا اعلانِ نبوت مانا جاتا ہے) "تذکرہ ص۱۰۴ "دنیا میں ایک نبی آیا" ایک قرات اس الہام میں یہ بھی ہے' دنیا میں ایک نذیر آیا' اور یہی قرات براہین میں درج ہے اور فتنہ سے بچنے کے لیے یہ دوسری قرات درج نہیں کی گئی ۱۸۹۹ء)

تعجب ہے کہ مرزا نے اپنے مزعومہ فرائض منصبی کی انجام دہی میں کوتاہی کی ہے لیکن اس سلسلے میں کوئی الہام

باقی صفحہ ۲۷ پر

مرزا غلام قادیانی کی ایک شرارت کا قصہ

ڈاکٹر احسان قریشی

سیالکوٹ سے ایک سہ ماہی رسالہ "نیاز" شائع ہوتا ہے اس کا جنوری تا مارچ ۱۹۹۲ء کا شمارہ ہمارے سامنے ہے جس میں ایک مضمون بعنوان "کیا ضلع گجرات میں چار انبیاء کرام دفن ہیں" شائع ہوا ہے جو ڈاکٹر احسان قریشی صابری صاحب کا ہے ڈاکٹر صاحب علامہ خالد محمود صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی کے بڑے بھائی ہیں۔ مضمون میں ۳۰ صحابہ کرامؓ کا نام لے کر ثابت کیا گیا ہے کہ وہ متحدہ ہندوستان میں تشریف لائے دوسری طرف انہوں نے ثابت کیا کہ متحدہ ہندوستان میں کوئی نبی نہیں آیا اور نہ ہی گجرات میں چار انبیاء کرامؑ دفن ہیں، مضمون میں جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کی ایک شرارت کا ذکر کیا گیا ہے ہم وہ پورا مضمون تو شائع نہیں کر سکتے البتہ مضمون کا وہ حصہ جس میں مرزا قادیانی کی شرارت کا ذکر ہے ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے یہ اقتباس قارئین کے لئے معلوماتی بھی ہوگا اور دلچسپ بھی۔ (ادارہ)

قادیان ضلع گورداسپور کے مرزا غلام احمد ۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۸۶۸ء تک چار سال دفتر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ میں کلرک رہے ہر اتوار کے اتوار وہ دریائے چناب کے کنارے موضع مراڑہ چلے جایا کرتے تھے۔ جہاں ان دنوں کشتیوں کا پل ہوا کرتا تھا (مراڑہ ہیڈ بعد میں تعمیر ہوا) یہ جگہ بڑی ہی پرفضا تھی۔ یہاں سے صرف پانچ میل دور ضلع گجرات کا قصبہ "شیخ چوگانی" ہے یہاں بھی دو صحابہؓ میں سے ایک کا نو گز لمبا مزار ایک اونچی چوٹی پر واقع تھا، دوسرا نسبتاً ہموار جگہ پر تھا۔ انہوں نے اونچے مزار پر ۱۸۶۵ء میں (۱۲۶ سال قبل) لکھوا دیا کہ یہ مزار حضرت حام نوح علیہ السلام کا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے لڑکے تھے۔ اسی قصبہ یعنی شیخ چوگانی میں ایک فرلانگ پرے قبر پر مرزا صاحب نے یہ لکھوا دیا کہ یہ مزار حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت آسنون علیہ السلام کا ہے ۱۸۶۶ء میں انہوں نے بڑیلہ شریف ضلع گجرات کے ۹ گز طویل مزار کو نہ صرف ۸۰ گز تک لمبا کروا دیا بلکہ اس صحابی رسولؐ کے مزار پر لکھوا دیا کہ اس جگہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت قنیط علیہ السلام دفن ہیں۔ ۱۸۶۷ء میں انہوں نے راول شریف (نزد قصبہ ضلع گجرات اور ضلع جہلم کی سرحد پر واقع ہے) میں ایک اور صحابیؓ کے ۹ گز مزار کو ۲۶ گز لمبا کروا دیا اور یہاں لکھوا دیا کہ اس جگہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک اور بیٹے حضرت حام علیہ السلام دفن ہیں۔

اس واقعہ کے سات سال بعد مرزا صاحب نے سری نگر جا کر ایک اور صحابی جن کا کشمیری زبان میں نام یوز آصف تھا (یاسر بن سوار عربی نام) کے مزار پر ایک بورڈ لگوا دیا کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہیں۔ بعد میں انہوں نے ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا نام "یسوع مسیح ہندوستان میں" اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بعد میں ان کے مرید خواجہ کمال الدین نے کیا۔ ابھی ترجمہ آدھا ہی ہوا تھا کہ خواجہ کمال الدین انتقال کر گئے۔ اور پھر ان کے لڑکے خواجہ نذیر احمد ایم اے ایل ایل بی آفیشل بہ سپورد لاہور نے مکمل کیا انگریزی ترجمہ کا عنوان یہ ہے۔

TESUS IN HEAVEN ONEARTH

اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مفروضہ سفر فلسطین سے سری نگر براستہ سیالکوٹ، جموں بیان کیا گیا ہے۔ اور تحریر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شادی سیالکوٹ قلعہ کے ہندو مہاراجہ نے ایک گوجر خاتون سے کرا دی تھی۔ جس کے ساتھ پھر وہ شہر سری نگر پہنچے (براستہ جموں) ان کے صاحبزادے بھی وہاں پیدا ہوئے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سری نگر میں انتقال ہوا وغیرہ وغیرہ۔

جب یہ کتاب "یسوع مسیح ہندوستان میں" مرزا صاحب کے قلم سے اللہ بخش سٹیم پریس قادیان سے شائع ہوئی تو بمبئی، کلکتہ، لاہور اور دہلی کے پادری حضرات نے بڑا ہی شور و غل مچایا۔ وہ انگریز وائسرائے و گورنر جنرل کے پاس پہنچے۔ ان ایام میں وائسرائے مہینہ میں بیس دن کلکتہ میں رہا کرتا تھا اور صرف دس دن دہلی میں۔ عیسائی پادریوں کا متفقہ مطالبہ تھا کہ:-

(۱) یسوع مسیح ہندوستان میں، کتاب بحق سرکار ضبط کی جاوے۔

(۲) سری نگر کے جس مزار (کشمیری زبان یوز آصف عربی زبان یاسر بن سوار، سرور کائنات کے صحابی بیان کیے جاتے ہیں) پر مرزا صاحب نے تختی لگوائی ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہیں، وہ تختی مہاراجہ کشمیر کے توسط سے ہٹائی جائے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے (مسلمان عقیدہ ہے کہ صلیب کے بغیر عیسائی عقیدہ ہے کہ صلیب دینے کے بعد) مگر یہ نیا عقیدہ کہاں سے دستیاب ہوا کہ وہ سری نگر میں فوت ہوئے تھے۔ اور وہیں دفن ہیں؟ وائسرائے نے وزیراعظم برطانیہ سے (ایک انگریز جنرل لندن بھیج کر) مشورہ کیا۔ وہاں سے جواب ملا کہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تمام باتوں پر صبر کیا جائے، انہیں برداشت کیا جائے۔ کتاب کو بھی اور تختی کو بھی مت چھیڑا جائے۔ وہ سلطنت برطانیہ کے دوست ہیں۔

A FAITHFUL ALLY OF THE BRITISH GOVT

چنانچہ ان پادریوں کو انگریز وائسرائے نے بعد مشکل ٹھنڈا کیا۔ مہاراجہ کشمیر نے بھی اس معاملہ میں

چنانچہ ان پادریوں کو انگریز وائسرائے نے بعد مشکل ٹھنڈا کیا مہاراجہ کشمیر نے بھی اس معاملہ میں دخل نہیں دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہندوستان میں کوئی نبی وارد نہیں ہوا صرف حضرت آدم علیہ السلام جو سری لنکا میں اتارے گئے تھے۔ وہ وہاں سے سفر کرتے کرتے ہندوستان میں پھرتے پھراتے اپنی اہلیہ حضرت حوا سے جدہ میں ملے۔ اس کے بعد کوئی نبی بھی ہندوستان میں نہیں آیا۔

اگر ہم فلسطین سے ایک دائرہ پرکار کے ذریعے پانچ سو میل کا اُدھر اور پانچ سو میل کا اُدھر کھینچیں تو معلوم ہوگا کہ اس علاقے میں ہی تمام انبیاء وارد ہوئے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر فلسطین سے چل کر ان تین یا چار انبیاء نے ہندوستان آنا تھا تو (ہندوستان کے ۱۲۵ اضلاع میں سے) انہوں نے صرف گجرات کے ضلع کو ہی منتخب کرنا تھا؟ وہ راستے میں کسی اور جگہ مثلاً راولپنڈی، مری یا جہلم کیوں نہ آباد ہوئے؟ جو نبی بھی آیا وہ صرف ضلع گجرات کے قصبہ جات میں ہی آکر آباد ہوا؟ نیز حضرت نوح کے زمانے کے دو ہزار سال بعد جب دوسرا نبی (حضرت طالوخ علیہ السلام ابن حضرت یوسف علیہ السلام) بھی آیا تو اس نے بھی ضلع گجرات کو ہی اپنی سکونت کے لئے منتخب کیا۔ کوئی نبی آگے سیالکوٹ یا گوجرانوالہ یا لاہور یا ملتان وارد نہ ہوا؟ جو نبی بھی فلسطین سے چل کر آیا وہ صرف ضلع گجرات میں ہی آکر آباد ہوا؟

مرزا صاحب نے یہ تختیاں تب لگوائی تھیں جب انہوں نے دعوائے نبوت نہیں کیا تھا۔ مگر ان اقدامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سکیم ان کے زرخیز دماغ میں پہلے سے ہی موجود تھی۔

●●

دو واقعات اور قادیانیت

از قلم: بشیر حسین شاہ ننکانوی

مطالباتی و معاشرتی زندگی میں مسلمانوں کے ساتھ قادیانی حضرات کا کیا طریقہ کار ہے اس کے ثبوت میں صرف دو واقعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ کانپور میونسپل کمیٹی نے یکم جولائی ۱۹۱۳ کو مچھلی بازار کانپور کی مسجد کا ایک حصہ گرا دیا۔ کہا گیا کہ سڑک سیدھی کرنے کی خاطر اس مسجد کا منہدم کیا جانا ضروری ہے جمہور مسلمانوں نے ہندوؤں، سکھوں اور انگریزوں (انتظامیہ انگریز تھی) کے اس مشترکہ اقدام کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اس پر احتجاج ہوا مسلمانوں نے ایک بڑا جلوس نکالا لیکن عیسائی (انگریز) انتظامیہ نے امن و امان کی آڑ لے کر فوج طلب کر لی۔ اور مسلمانوں کے پرامن جلوس پر گولی چلا دی۔ دیکھتے دیکھتے ہزاروں نہتے مسلمان شہید ہو گئے۔ اس پر سارا ملک احتجاج سے گونج اٹھا۔ مسلمانوں کے علاوہ صاحب نظر ہندوؤں اور دوسرے طبقوں کے زعماء نے بھی احتجاجی بیانات دیئے مظلومین کی امداد کیلئے لاکھوں روپیہ کا چندہ جمع کیا گیا چوٹی کے قانون دان جمع ہوئے ہزار ہزار روپیہ یومیہ لینے والے بیرسٹروں کی خدمات حاصل کی گئیں شبلی ایسے دردمندوں نے اس سانحہ عظیمہ کو منظوم کیا تمام ملک کے مسلمان یک زبان تھے ان میں کوئی بھی اختلاف نہ تھا صرف ایک آواز اس کے خلاف اٹھی اور وہ مرزا محمود آف قادیان کی تھی، ان کا خیال تھا کہ "ایک حصہ مسجد کو گرائے بغیر گزارہ نہ تھا اور اسے منہدم نہ کرنا رفاہ عام کے کام میں رخنہ اندازی تھی اور اس بارہ میں مسلمانوں نے بہت ناعاقبت اندیشی سے کام لیا ہے" (الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۱۳)

دیکھا! اسے کہتے ہیں زخموں پر نمک چھڑکنا۔

۲۔ ایک دفعہ کوہ مری میں ایک انجمن بنائی گئی جس کی غرض یہ تھی کہ مری میں عرصے سے قائم چکلہ ختم کروایا جائے اس سلسلہ میں متفقہ جدوجہد کی ضرورت تھی، ہر طبقہ کے لوگ اس جدوجہد میں شامل تھے لیکن جب وہاں کے احمدیوں سے رابطہ قائم کیا گیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ اس قسم کے امور میں ہم دوسروں کے ساتھ مل کر نہیں کام کر سکتے کیونکہ ہماری جماعت ایک انتظام کے ماتحت ہے۔ حضرت امیر المومنین (قادیانیوں کے خلیفہ وقت) کی منظوری ضروری ہے چنانچہ قصر خلافت قادیان میں درخواست بھیجی گئی جہاں سے یہ جواب موصول ہوا۔

آپ ان لوگوں کے ساتھ ہرگز شامل نہ ہوں (بحوالہ احمدیت سے محرومیت تک ص ۱۷۷) اندازہ کیجئے وہ کام (عصمت فروشی اور بدکاری کا کاروبار) جس کے بند کرنے میں، مسلمان کیا غیر مسلم (عیسائی، ہندو، سکھ) تک بھی متفق ہوں لیکن علیحدہ رہیں تو مرزائی اور عورتوں کی عزت کو نیلام کرنے میں معاون بنیں تو یہی بقول خود ناجی طبقہ۔

یہ تو دو معاشرتی واقعات تھے جن میں مرزائیوں نے اپنی منافقت کا مظاہرہ کیا۔ اس کے علاوہ دوسرے معاملات میں بھی ان کی جماعت کا جمہور عوام سے الگ رہنا مشہور ہے۔ مثلاً

(ا) رفاہی امور کے سلسلے میں قائم کی گئی سرسید احمد خان کی انجمن میں شمولیت سے مرزا قادیانی کا انکار۔ اس سے بار بار شمولیت کی درخواست کی گئی مگر ہر دفعہ جواب انکار میں ملا۔

(ب) تقسیم ہند کے وقت اس قوم کا ہندوستان کی دونوں قوموں (مسلمان اور ہندو) سے علیحدہ رہنے کی روش اور ویٹیکن اسٹیٹ کی طرز پر ضلع گورداسپور کو احمدیوں کو دیئے جانے کی درخواست

باقی صفحہ ۲۶ پر

سیرتِ اولیاء

ابوالحسین منظور احمد شاہ آسی مانسہرہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ کشتی پہ سوار کہیں جا رہے تھے۔ کشتی کے مسافر آپ کو جانتے نہ تھے۔ کشتی میں جواہرات کا ایک تاجر بھی تھا جس کا اتفاق سے موتی گم ہو چکا تھا۔ اس نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا کہ میرا موتی جو گم ہوا ہے ان کے پاس ہے اور گستاخی سے پیش آنے لگا حضرت ذوالنون نے اس کو بہتیرا یقین دلایا لیکن وہ نہ مانا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر با آواز بلند عرض کی اے خالق کائنات تو تو جانتا ہے کہ میں اس الزام سے بری ہوں یہ کہنا تھا کہ ہزاروں مچھلیاں دریا کی سطح پر تیرنے لگیں ہر ایک کے منہ میں موتی پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان مچھلیوں کے منہ سے ایک موتی لے کر اس سوداگر کے حوالے کیا باقی واپس چلی گئیں۔ جب لوگوں نے یہ کرامت دیکھی تو آپ کے قدموں میں گر گئے اور معافی چاہنے لگے اسی دن سے ان کا نام مبارک ذوالنون مصری ہو گیا۔ نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے جس طرح حدیث شریف میں آتا ہے۔

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ :

منکر نکیر کو جواب

جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ایک مرید با صفا کو خواب میں چند دن کے بعد نظر آئے۔ مرید نے خواب میں پوچھا کہ حضرت ذرا یہ تو بتایئے کہ موت کے بعد کیسے گذری اور منکر نکیر کو کیا جواب دیا آپ نے فرمایا کہ جب فرشتوں نے مجھ سے سوال کیا من ربک۔ یعنی تیرا رب کون ہے تو میں نے ان سے کہا تمہارے سوال کا اور میرے جواب کا کچھ حاصل نہیں۔ اگر یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنا بندہ تسلیم ہی نہ کریں تو میرا زبان سے بندہ بننا کس کام کا ہے۔ اے فرشتو جاؤ پہلے میرے رب سے دریافت کرو کہ بایزید اس کا بندہ ہے یا نہیں اگر وہ مجھے اپنا بندہ فرمائے تو میرا بیڑا پار ہے۔

(تذکرہ الاولیاء ص۱۴۲)

دعوے تو ہم بھی بہت کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں مسلمان ہیں لیکن ہمارے قول و فعل میں اختلاف ہے اس کے بندے ہم تب ہی بنیں گے جب اس کے احکام کو اپنائیں گے صرف دعوؤں سے کام نہیں چلے گا اگر دعوے ہی دعوے ہوں تو اس کی مثال ایسی سمجھیے کہ کسی جاہل کا نام محمد فاضل ہے علم کا نام علم الدین یا کسی اندھے کا نام روشن دین رکھ دیا جائے صرف نام رکھنے سے بات نہیں بنے گی۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اپنے حلقۂ مریدین اور خلفاء میں تشریف فرما تھے۔ اُن سے فرمانے لگے تم تیس سال سے میرے ساتھ ہو تم میں کوئی شائستہ بھی ہے ایک مرید نے عرض کی حضرت جی ہاں فلاں آپ کا مرید شائستہ ہے اس نے اس قدر جہاد کئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شائستہ تو نہ ہوا وہ تو مجاہد ہے جو اللہ کے راستہ جہاد کرنے والا ہے وہ غازی ہے میں شائستہ چاہتا ہوں دوسرے نے کہا حضرت آپ کے فلاں مرید نے اتنے حج کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ حاجی ہے شائستہ چاہتا ہوں۔ تیسرے مرید نے عرض کی حضرت آپ کے فلاں مرید شب و روز عبادت میں مصروف رہتا ہے وہ بہت شائستہ آدمی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عابد ہے میں شائستہ کی بات کرتا ہوں مریدوں نے عرض کی حضور آپ ہی شائستہ کی تفصیل بتائیں۔ شائستہ کون آدمی ہے آپ نے فرمایا کہ شائستہ وہ ہے جو حق تعالیٰ سے ڈرے اور سوائے اس کے کسی دوسرے کوئی امید نہ رکھے۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے واقعہ ہے کہ آپ اس علیم کریم تھے کہ ایک دفعہ ایک عورت آپ کی مجلس میں آئی وہ آپ سے مسئلہ دریافت کرنا چاہتی تھی اتفاقاً اس کی ہوا خارج ہو گئی اور وہ بڑی شرمندہ ہوئی۔ آپ سمجھ گئے اور فرمایا بی بی ذرا بلند آواز سے بات کرو میں بہرہ ہوں مجھے آواز نہیں آتی۔ یہ آپ نے اس لئے کہا کہ وہ شرمندہ نہ ہو ورنہ آپ بالکل بہرے نہ تھے اصم کہتے ہیں بہرے کو جس کو آہستہ آواز نہ سنائی دے اور عورت یہی سمجھی کہ واقعی آپ بہرے ہیں یہاں تک کہ ساری عمر آپ بہرے بنے رہے اور آپ کا لقب ہی اصم (یعنی بہرہ) پڑ گیا اللہ والے کس طرح دوسروں کا دل جوئی کرتے ہیں کسی کی دل شکنی نہیں کرتے شیخ سعدیؒ اسی لئے گلستان میں فرماتے ہیں۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار بلخ شہر میں وعظ فرمایا کہ الٰہی جو اس مجلس میں سب سے زیادہ گنہگار ہے اس پر اپنا رحم فرما اور اس کو بخش دے ایک کفن چور بھی اس مجلس میں موجود تھے جب رات ہوئی تو کفن چور قبرستان میں گیا ایک قبر کو کھودا اس نے غیب سے ایک آواز سنی کہ اے کفن چور تجھے تو آج کے دن حاتم اصم کی مجلس وعظ میں بخش دیا گیا تھا پھر آج رات کو دوبارہ یہ گناہ کیوں کرنے لگے ہو کفن چور نے یہ آواز سنی تو رونے لگا اور سچے دل سے توبہ کی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۱۴۱)

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کہیں سفر میں جانے لگے تو اپنی بیوی سے فرمایا کہ میں چار مہینے تک باہر رہوں گا تمہارے لئے کس قدر خرچ چھوڑ کر جاؤں انہوں نے جواب دیا کہ جس قدر آپ کو میری زندگی منظور ہے حضرت نے

باقی صفحہ ۲۶ پر

اللہ کے ذکر سے اعراض

ڈاکٹر م۔ط۔ ارشاد کراچی

اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی عبادت کا محور ہے اور بندہ کے لئے دنیا و آخرت میں اس کی رحمت و برکات کا موجب۔ جبکہ ذکر اللہ سے روگردانی دونوں جہاں میں ذلت و خواری کا باعث ہے۔ قرآن مبین میں سورۃ طٰہٰ کی یہ آیات جس طرح انسان کو متنبہ کرتی ہیں اپنی مثال آپ ہیں۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ○

ترجمہ: اور جس نے میرے ذکر سے روگردانی کی اس کی معیشت تنگ کر دی جائے گی اور حشر کے دن اس کو اندھا پیدا کیا جائے گا۔ وہ پکارے گا اے رب مجھے کیوں اندھا پیدا کیا گیا جبکہ دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا۔ فرمان ہوگا یوں ہی میری آیات تم تک پہنچی تھیں مگر تو نے اس کو بھلا دیا۔ اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے۔

غور کا مقام ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اس کی آیات و احکام کو بھلا دیا وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک اندھا جو کچھ بھی نہ جانتا ہو۔ دنیا میں وہ صاحب عیون ہونے کے باوجود بھی کور چشم ہے۔ یوم حشر میں وہ تصور کرے گا کہ شاید اللہ تعالیٰ بھول گیا ہے (نعوذ باللہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ تو بھول چوک سے مبرا ہے نہ اسے نیند آتی ہے اور نہ اونگھ۔ حساب و کتاب کا دن ہوگا اور مخلوق خدا پسینہ میں شرابور اور سایہ و سلامتی کی متلاشی ہوگی۔ ایسے میں اگر آنکھیں بھی نہ ہوں تو کیا حشر کا عالم ہوگا۔ آنکھوں کا نہ ملنا ہی اس امر کا غماز ہوگا کہ انجام شدید عذاب کے سوا اور نہیں۔

سورۃ الانشراح میں ارشاد ہوتا ہے:-

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۔ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ۔

اور جب تو فراغت پالے (دنیاوی حاجات سے) تو اپنے رب کی طرف دل لگا۔

یعنی اس کے ذکر اذکار اور اس کی عبادات کی طرف راغب ہو جا۔ اسی طرف محنت کر۔ یہ حکم نفی کرتا ہے فضولیات کی۔ بے ہنگم لغو کاموں میں وقت ضائع کرنے کی۔ دین اسلام میں کہیں گنجائش نہیں کہ فارغ ہو کر شطرنج کھیلنے بیٹھ جاؤ یا فضول بحث و مباحثہ یا مہمل قسم کی گپ شپ میں لگ جاؤ۔ یا کچھ نہیں تو ریڈیو، فلمی گانے یا میوزک سے دل بہلاؤ۔ یہ تمام دنیاوی فتنے ہیں۔ مسلمان کے لئے دل بہلاؤ اور چاشنی ذکر اللہ اور اس کی عبادات میں ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ہے۔ ان کی حلاوت ابدی ہے۔ اور جس سے فرار ممکن نہیں الا ذکر اللہ کی طرف لوٹ آئیں۔ برعکس فقر و غربت میں زندگی بسر کرنے والا اللہ کی معبودیت کا اقرار کرنے والا اور ذکر اللہ کا تکرار کرنے والا مطمئن اور سرشار نظر آئے گا کیونکہ ذکر اللہ سے ان کا دل اللہ کی رحمت کے نزول کا مقام بن جاتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ بندہ کا کوئی عمل خدا کے ذکر جیسا نہیں جو اس کو اللہ کے عذاب سے نجات دے۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر چیز کے لئے صفائی ہے۔ دلوں کی صفائی اللہ کی یاد میں ہے۔ کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ کے عذاب سے نجات دے اللہ کے ذکر سے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیا جہاد بھی اس کے مقابل کا نہیں۔ فرمایا نہ جہاد یہاں تک کر تو اپنی تلوار توڑ ڈالے یہ بھی کم ہے۔

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ذکر سے خالی کلام نہ کرو۔ اس لئے کہ کلام کا اللہ کے ذکر سے خالی ہونا دل کی سختی کا سبب ہے۔ لوگوں کا اللہ سے دور ہونا دل کی سختی کا سبب ہے۔ دنیا و آخرت میں خیر ہی خیر۔ جب دل ذکر اللہ کی طرف لگ جائے تو اسی میں لذت و سرور ملے گا۔ جس طرح نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ اسی طرح صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نماز کے وقت کے لئے بے چینی سے منتظر رہتے تھے کیونکہ ان کا سرور اسی میں تھا۔

رسول اللہ کا قول ہے کہ میری امت کے سارے گناہ مجھے دکھائے گئے۔ میں نے اس سے بڑا گناہ نہ دیکھا کہ قرآن کی کوئی آیت کسی شخص کو یاد ہوئی اور پھر اس نے بھلا دی۔

اطلاع

ہم قارئین ختم نبوت و عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلص احباب کو مطلع کرتے ہیں کہ ہفت روزہ ختم نبوت کی جعلی رسید بک پر ہفت روزہ کے نام سے چندہ وصول کیا جا رہا ہے لہذا آپ ایسے حضرات سے ہوشیار رہیں۔

نیز یہ کہ اس سلسلے میں تحقیقات اور قانونی کارروائی کے لئے مولانا اللہ وسایا صاحب کا تقرر کیا گیا اگر کسی صاحب کو ایسے جعل ساز کے بارے میں علم ہو تو وہ مولانا اللہ وسایا سے رابطہ قائم کرے۔

شکریہ

مولانا عزیز الرحمٰن۔

مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔

دل کے سکون واطمینان اور راحت وقرار کے لئے قرآن کریم کا تجویز کردہ نسخہ ذکر اللہ ہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”دل چین نہیں پا سکتے ذکر اللہ کے بغیر“ اسی لئے جو لوگ اللہ کے ذکر سے اعراض کئے ہوئے ہیں ان پر عرصۂ حیات تنگ ہونے کی خبر ہے۔ بظاہر وہ خوش وخرم اور عیش وآرام میں زندگی بسر کرتے نظر آتے ہیں لیکن دل کی ملامت ان پر اندرونی طور سے عذاب کی طرح نازل ہوتی رہتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

”جس مجلس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا اور نبیؐ پر درود دیکھا تو یہ مجلس ان پر حسرت ہوگی۔ اللہ ان کو چاہے عذاب کرے چاہے بخش دے۔

ایجنسی ہولڈرز متوجہ ہوں!

ہفت روزہ ختم نبوت کے ایجنسی ہولڈرز کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بقایاجات وغیرہ کے سلسلے میں مولانا اللہ وسایا صاحب کو ذمہ دار مقرر کیا گیا ہے لہٰذا آپ حضرات اس سلسلے میں اپنا رابطہ مولانا اللہ وسایا صاحب سے رکھیں۔

مولانا عزیز الرحمٰن۔ مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔

عقیدۂ ختم نبوت، ناموسِ رسالت کے تحفظ، ملک کی سلامتی اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کیلئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ساتھ دیجیئے ہفت روزہ ختم نبوت کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیجیے اور کاروانِ مجاہدین تحفظ ختم نبوت میں شامل ہو کر مرزائیت کے خلاف جہاد کر کے حشر کی ہولناک گرمی میں شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل کیجیئے۔

بقیہ: سیرت اولیاءؒ

فرمایا کہ زندگی تو میرے ہاتھ میں نہیں ہے تو بیوی صاحبہ نے جواب میں فرمایا کہ میری روزی بھی آپ کے ہاتھ میں نہیں حضرت حاتم اصمؒ جب چلے گئے تو ایک بڑھیا نے حضرت کی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ حاتمؒ آپ کے واسطے کتنا خرچ چھوڑ کر گئے ہیں زوجہ فرمایا کہ حضرت حاتم تو خود روزی کھانے والے تھے وہ چلے گئے۔ دینے والا تو یہاں موجود ہے (تذکرہ الاولیاء صفحہ ۲۵۱)

حضرت عثمان الحیری بازار سے گزر رہے تھے کہ کسی گستاخ نے راکھ بھرا ہوا ٹوکرا اپنے مکان سے ان پر پھینک دیا آپ کے مریدین اس واقعہ سے سخت اشتعال میں آئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ غصہ کا مقام نہیں ہے بلکہ یہ تو مقام شکر ہے کہ جو شخص اس قابل تھا کہ اس کے سر پر آگ ڈالی جاتی ذرا سی راکھ ڈال کر اس کو کہہ دیا گیا کہ بدلہ ہو گیا۔ میں تو شکر کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے بجائے راکھ پر معاملہ ختم کر دیا۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۹۹)

بقیہ: دو واقعات

اس سلسلے میں محضر نامہ بھی الگ پیش کیا گیا۔

کیا ان واقعات سے یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ جماعت اگر آگے آئی تو اپنے مقاصد کے لئے اور پیچھے رہی تو مصلحت کوشی اور منافقت کے جذبات کے تحت۔

ملک میں بدامنی کے ذمہ دار قادیانی (اداریہ)

۲۔ ”تم (قادیانی) اس وقت تک امن میں نہیں ہو سکتے جب تک تمہاری اپنی بادشاہت نہ ہو۔“

(الفضل ۲۵ اپریل ۱۹۳۰ء)

۳۔ ”ہمارے ہاتھ میں حکومت آجاوے گی۔ احمدی امراء اور بادشاہ ہوں گے تو اس وقت ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کافی نہ ہوگی۔“ (ضمیمہ الوصیت صفحہ ۴۶)

پس ثابت ہوا کہ قادیانی جماعت کا اصل مقصد اقتدار کا حصول ہے اور قادیانی جماعت مذہب کے روپ میں ایک سیاسی جماعت ہے جس کی باگ ڈور غیر مسلم اور اسلام دشمن طاقتوں کے ہاتھ میں ہے پاکستان اس وقت نازک ترین دور سے گذر رہا ہے ملک میں بدامنی، ڈاکہ زنی، چوری، تخریب کاری، اغوا برائے تاوان اور تشدد کی وارداتیں عام ہیں ہم پورے یقین سے یہ کہتے ہیں کہ ان ساری وارداتوں میں قادیانی ملوث ہیں اور ان کا مقصد پاکستان کو کمزور کرنا اور مرزا محمود کی اکھنڈ بھارت والی پیشگوئی کو پورا کرنا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ حکومت قادیانیوں کے بارے میں پھر بھی نرم گوشہ رکھتی ہے۔ ہم حکومت کو واضح طور پر بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر وہ ملک کو بچانا چاہتی ہے امن وامان کی بحالی اور استحکام چاہتی ہے تو انہیں فتنہ قادیانیت کو ختم کرنا ہوگا۔

بقیہ : مرزا قادیانی مامور من اللہ

تنبیہاً ان پر نازل نہیں ہوا بلکہ تعریف اور شکر کے الہامات ان کے مزعومہ الہامات میں ملتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اس مامور کی نافرمانیوں سے خوش ہوتا رہا۔

قارئین کرام آپ خود اندازہ لگائیں کہ جو شخص اپنے اوپر نازل شدہ احکامات الٰہی کو کسی بھی مصلحت یا وجہ سے لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہو تو کیا وہ مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے اور کیا اس کا یہ دعویٰ ماموریت تسلیم کیا جا سکتا ہے ہرگز نہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آخر میں ہر مرزائی حضرات سے درخواست ہے کہ بے جا ضد کو چھوڑ کر اس مضمون کو سمجھنے کی کوشش کریں اور صدق دل سے تائب ہو کر پھر سے اور حقیقی اسلام میں داخل ہو جائے تا کہ عاقبت بخیر ہو۔

بقیہ : اصحاب رسولؐ

ابوبکر صدیقؓ خضوع و خشوع کی وجہ سے نماز میں کبھی التفات نہیں فرماتے تھے۔ (کنز العمال)

قارئین دعا فرمائیں اللہ کریم ہمیں اصحاب رسولؐ کی سچی محبت و عقیدت نصیب فرمائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق اصحابؓ رسولؐ کی تابعداری نصیب فرمائے۔ اللہ کریم امراض ظاہرہ و باطنہ سے شفا کاملہ نصیب فرمائیں اور علم و عمل میں برکت اور قبولیت عنایت فرمائیں۔ یا اللہ سید الکونین تاجدار ختم نبوت کی شفاعت عطا فرمائیے قیامت کے دن ہمارے اعمال بد کی وجہ سے ہمیں شرمندہ نہ کیجیے نبی رحمۃ اللعالمین کے دامن رحمت میں پناہ دے دیں آپ کے جھنڈے لواء الحمد کے سایہ میں ہم کو پناہ دے دیں آمین ثم آمین۔ ہم سب کو سچا پکا نمازی بنائے۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ : غیر مسلموں کے حقوق

دروازے پر سوال کے لئے اگر ان کے لئے دعا مغفرت نہ کریں

اس بنیاد پر مجلس تحفظ ختم نبوت نے مطالبہ کیا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اندراج ہو اور غیر مسلموں کے کارڈ کا رنگ الگ ہو۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مطالبہ قومی یکجہتی کے خلاف ہے تو ان سے عرض ہے کہ پاکستان کی تقسیم دو قومی نظریہ کے تحت عمل میں لائی گئی ہے کہ مسلمان الگ قوم ہے اور غیر مسلم الگ قوم اگر بہت بڑے ملک کو مسلم اور غیر مسلم کی بنیاد پر تقسیم کیا جا سکتا ہے اور اس وقت قومی یکجہتی کا سوال سامنے نہیں آیا اور سامنے نہیں لایا گیا تو محض مذہب کا اندراج یکجہتی کے خلاف کیسے ہو گیا؟ ہم نے یہ مطالبہ تو نہیں کیا کہ غیر مسلموں کو پاکستان سے نکال دو بلکہ ہمارا مطالبہ ہے کہ غیر مسلم پاکستان میں مسلمان ہو کر نہیں بلکہ غیر مسلم ہو کر رہیں دوسری گزارش یہ ہے کہ اگر مذہب کے اندراج کو آپ قومی یکجہتی کے خلاف سمجھتے ہیں تو بنیادی طور پر دوسرا مذہب اختیار کرنا قومی یکجہتی کے خلاف ہے جتنے غیر مسلم از قسم قادیانی یہودی عیسائی پارسی ہندو سکھ اس ملک میں رہائش پذیر ہیں وہ اس ملک کے مذہب اسلام کو اپنا لیں تو ہم کبھی مطالبہ نہیں کریں گے کہ ان کے شناختی کارڈ میں یہ اضافہ کیا جائے کہ یہ تو مسلم ہے لیکن جب اختیار مذہب کو اپنا حق سمجھتے ہیں تو پھر ہمارا بھی حق ہے ہم اس کا تحفظ چاہتے ہیں۔ اسی بنیاد پر مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا مطالبہ ہے حکومت کو چاہئے کہ وہ اکثریت کے جذبات اور حقوق کا خیال رکھتے ہوئے مذہب کے خانے اضافہ کر دیں ورنہ جس طرح ہم نے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا اسی طرح یہ اضافہ بھی کروا سکتے ہیں لیکن ہمارا ملک کسی ایسے حالات کا متحمل نہیں ہے جس کے طرف حکمران ہمیں لے جا رہے ہیں اس لیے ہمارا مطالبہ ہے کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اضافہ کیا جائے ورنہ ....

بقیہ : حضرت حسین بن علیؓ

دل مضطر سے پوچھ اے بزم رونق

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں !!!

لہٰذا اب بھی میں کوفہ میں داخل ہونے پر مصر نہیں ہوں اگر تم اپنی بات سے منحرف ہو رہے ہو تو مجھے کوئی اصرار نہیں۔ ہمارے لئے تین راستے ہیں اس میں سے کسی ایک پر عمل کر لیتے ہیں:-

نمبر ایک .... مجھے واپس جانے دیا جائے۔

نمبر دو .... مجھے براہ راست یزید سے بات کرنے دی جائے۔

نمبر تین .... مجھے سلطنت اسلامیہ کی باڈر پر پہنچا دیا جائے۔

مگر ابن زیاد کے حواری ایک بات پر بھی راضی نہ ہوئے وہ کیسے جال میں آئے ہوئے شکار کو جانے دیتے انہوں نے گھیرا تنگ کرنا شروع کیا ان میں شمر ذالجوشن بھی تھا جو کسی زمانے میں حضرت علیؓ کا دست راست تھا حبیب بن تمیمہ بھی تھا جس نے حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے کے لئے خطوط لکھے تھے۔

اور پھر ظلم و ستم کی اس خونچکاں داستان کا آغاز ہو گیا جسے تاریخ واقعہ کربلا کے نام سے جانتی ہے ایک ایک کر کے حضرت حسینؓ کے تمام رفقاء شہید کر دیئے گئے اور آخر کار جب حضرت حسینؓ زخموں سے چور ہو گئے تو خدا کے سامنے سجدے میں گر گئے اور زبان حال سے ان سفاکوں سے کہنے لگے کہ

میں کبھی جھکتا نہیں تو ظلم سے مت ہاتھ روک

وہ تیرا مسلک نہیں اور یہ میرا مسلک نہیں

بالآخر جب آپؓ نے سجدے سے سر اٹھایا تو ظالموں نے آپ کے تن سے سر کو جدا کر دیا۔ اور وہ سر مبارک یزید کے دربار میں بھیج دیا۔

بقیہ : ماہ محرم الحرام

صبر کرو اور نماز سے مدد حاصل کرو اور فرمایا صابر لوگ وہ ہیں کہ جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں"

مزید رسومات محرم (۱) بعض لوگ اس بچہ کو منحوس سمجھتے ہیں جو محرم میں پیدا ہوا ہو یہ غلط عقیدہ ہے

(۲) بعض لوگ ایام محرم میں شادی کرنے کو منحوس و برا خیال کرتے ہیں یہ عقیدہ بھی غلط قرآن و سنت کے خلاف ہے

(۳) بعض لوگ ان ایام میں مخصوص کھانے کھچڑے پکاتے ہیں و حلیمے مصالحے تقسیم کرتے ہیں یہ بھی واجب الترک ہے

(۴) بعض لوگ شربت بنا کر پلاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شربت ان اماموں کے پاس پہنچتا ہے سو یہ عقیدہ سراسر غلط ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ تو یہ معاذ اللہ شہداء ابھی تک پیاسے مجھے گئے ہیں۔

(۵) بعض لوگ محرم کے ایام میں کالے کپڑے پہن کر سوگ مناتے ہیں حالانکہ شرعی غم بھی صرف تین تک ہے اس کے بعد کوئی سوگ منانا جائز نہیں تو جس واقعہ کو صدیاں گزر گئیں اس پر سوگ منانا کہاں سے ثابت ہوا

(۶) بعض لوگ ایام محرم میں گھروں میں جھاڑو نہیں دیتے صفائی نہیں کرتے یہ بھی غلط تراشیدہ عقیدہ ہے۔

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

بمقام
جامع مسجد برمنگھم
۱۸۰ ہائی وے
بیلگریو روڈ برمنگھم

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے زیرِ اہتمام

عالمی ساتویں ختمِ نبوّۃ کانفرنس برمنگھم

مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۹۲ء بروز اتوار صبح ۹ بجے تا شام ۷ بجے

کانفرنس کے چند عنوانات

مسئلہ ختمِ نبوّت • حیات و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام • مسئلہ جہاد • قادیانیت کے عقائد و عزائم • مرزا طاہر کا مُباہلہ سے فرار • مرزائیوں کی اسلام دشمنی اور ان کی دہشت گردی ۔ کانفرنس میں جوق در جوق شرکت فرما کر ثابت کریں کہ ہم قادیانیت کو پنپنے نہیں دیں گے اور ان کا تعاقب جاری رکھیں گے ، کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے ۔

زیرِ سرپرستی
شیخ المشائخ حضرۃ مولانا
خواجہ خان محمد
صاحب مدظلہ
امیرِ مرکزی عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ 35 اسٹاک ویل گرین لندن ایس ڈبلیو ۹-۹ ایچ زیڈ یو کے
فون 071-737-8199